عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی !!

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ کا ترجمان

جمادی الاول ۱۴۳۱ھ/ مئی ۲۰۱۰ء

RegNo.P476

جلد:ہشتم

شمارہ:9

فہرست

عنوان	صاحبِ مضمون	صفحہ نمبر
۱۔ ذکرالٰہی (قسط۔۱۳)	حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ	۳
۲۔بیان (آخری حصہ)	ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہم	۸
۳۔ مقبول دعائیں	ڈاکٹر مولانا عبیداللہ صاحب	۱۶
۴۔ملفوظاتِ شیخ (قسط۔۲۲)	ظہور الٰہی فاروقی صاحب	۱۹
۵۔ زچگی کی کوتاہیاں	ڈاکٹر ارشاد صاحب	۲۴
۶۔عید کی نماز (قسط۔۶)	مفتی شوکت صاحب	۲۸
۷۔پاکستانی فقراء	ادارہ	۳۲

فی شمارہ: 15/- روپے

سالانہ بدل اشتراک: 180/- روپے

ملنے کا پتہ: پوسٹ آفس بکس نمبر 1015، یونیورسٹی کیمپس، پشاور۔

ای۔میل: physiologist72@yahoo.com

<<< mahanama_ghazali@yahoo.com

saqipak99@gmail.com

ویب سائٹ: www.iaa.org.pk

ذِکرِالٰھی (قسط۔۱۳)

(حضرت مولانا اشرف صاحب سلیمانیؒ)

ذکر اسماء اللّٰہ تعالیٰ اور ذکر اسمِ جلالۃ:

اے نام تو دافع بلاہا بیماری قلب راشفاہا

ترجمہ: اے وہ ذات جس کا نام بلاؤں کو دفع کرتا ہے اور دل کی بیماری کے لئے شفا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کو اس کے جملہ مفرد ناموں سے یاد کیا اور پکارا جاسکتا ہے۔ قرآن کریم میں ہے۔

قُلِ ادْعُوا اللّٰہَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ط اَیًّامَّا تَدْعُوْا فَلَہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی. (بنی اسرائیل:۱۱۰)

ترجمہ: آپ فرمادیجئے کہ (اللہ تعالیٰ کو) خواہ اللہ کہہ کر پکاردیا رحمٰن کہہ کر پکارو جس نام سے بھی پکاروگے۔ اس کیلیئے سب اچھے نام ہیں۔

سورۂ اعراف آیت نمبر ۱۸۰ میں ہے۔

وَلِلّٰہِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْہُ بِھَا ص وَذَرُوْا الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْ اَسْمَآ ئِہٖ ط

ترجمہ: اور اللہ ہی کیلیئے ہیں سب اچھے نام، اس کو ان ناموں سے پکارو اور ان لوگوں سے علیحدہ رہو جو اس کے ناموں کی کجی کرتے ہیں۔

محبِّ صادق کیلیئے محبوب کی ہر صفت میں کشش دوستانی کا پیام ہے اور اس سے منسوب ہر چیز میں جذب وشوق کا سامان ہے۔ نام محبوب (وہ ذاتی ہو یا صفاتی) چونکہ ذاتِ محبوب پر دلالت کرتا ہے۔ اس لئے عشاق کیلیئے اس کا تذکرہ سرمایۂ سکون وطمانیت ہے اور یاد از دیادِ محبت وتعلق کا سبب ہے عارف رومیؒ نے مجنونِ عامری کی ایک حکایت نقل کی ہے کہ صحرا میں بیٹھا انگلیوں سے ریت پر کچھ لکھ رہا تھا کسی نے پوچھا کیا کررہے ہو۔ فراق زدہ قیس (مجنون) رمز محبت کا شناسا تھا پکارا اٹھا:

؎ گفت مشقِ نامِ لیلیٰ میکنم خاطرِ خود را تسلی می دھم

ترجمہ: کہا کہ لیلیٰ کے نام کی مشق کررہا ہوں اور اپنے دل کو تسلی دے رہا ہوں۔

مجنونِ لیلیٰ کیلیئے نام لیلیٰ میں جس قدر تسلی کا سامان ہے ایک عاشق ربانی کیلیئے نام باری تعالیٰ عزّ اسمہٗ میں اس سے بڑھ کر راحت وتسکین ہے کہ

؎ عشقِ مولیٰ کے کم از لیلیٰ بود گوئے گشتن بھراو اولیٰ بود

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا عشق لیلیٰ کے عشق سے کیسے کم ہو سکتا ہے۔ اُس کے لئے پولو کا گیند بننا (یعنی سرگردان ہونا) زیادہ بہتر ہے۔

اسماءالٰہیہ چونکہ محبوب حقیقی کی ذات وصفات پر دلالت کرتے ہیں اس لئے ہر اسم کا تذکرہ ویاد سالک کیلئے حلاوت روحانی، ترقی باطنی اور قرب ربانی کا ذریعہ ہے کہ بقول عارف رومیؒ

؎ از صفت و زنام چه زاید خیال وآن خیالش هست دلال وصال

ترجمہ: صفت اور نام سے جو خیال وجود میں آتا ہے وہ خیال وصال کے لئے دلال ہو جاتا ہے۔

اسماءالٰہیہ سے شغف ومحبت حُبِ الٰہی کا ثمرہ ونتیجہ ہوتا ہے کہ بقول حضرۃ الشیخ قدس سرہٗ، ''اسم میں خود محبوبیت نہیں ہوتی، اسم میں محبوبیت محبوب کی ذات پر دال ہونے کے سبب سے ہی ہوتی ہے۔ پس اسم کی محبوبیت ذات کی محبوبیت کا نتیجہ وظل ہے''۔

ایک طالب علم کو ارقام فرمایا:۔ اس (نام حق میں لذت ملنے) پر خدا کا شکر کیجئے۔ یہ بڑی نعمت ہے۔

؎ تیرے نام میں جو حلاوت ملے تو سارے غموں سے فراغت ملے

ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں:۔ '' تعلیم محمدی کا صحیفہ وحی اللہ تعالیٰ کے تمام اوصاف حمیدہ اور سمائے حسنیٰ سے بھرا ہوا ہے بلکہ اس کا صفحہ صفحہ خدا کے اسماء صفات کی جلوہ گریوں سے معمور ہے۔ قرآن پاک کا کم کوئی ایسا رکوع ہوگا جس کا خاتمہ خدا کی توصیف اور حمد پر نہ ہو۔ اور یہ تمام اوصاف اور نام اُس عشق ومحبت کو نمایاں کرتے ہیں جو اس محبوب ازل اور نورِ عالم کے ساتھ قرآن کے ہر پیرو کے دل میں ہونا چاہیئے ۔

(سیرۃ النبی ج:۴، ص۴۹۶)

غرض اللہ تعالیٰ کا ہر اسمِ پاک بندۂ مومن کے قلب کی جلا اور نور ہے اور اس کی پیہم یاد وتکرار محبت الٰہی کی دلیل اور اس کے تعلق باطنی کا نشان ہے جو بارگاہِ کردگار میں بار پانے کا بڑا سبب ہے۔ 'اسم' مسمی تک رسائی کیلئے موصل کا کام کرتا ہے اور اگر صدق وصفا اور اخلاصِ تام شامل حال ہو تو 'ذکر اسمی'، فراغت قلبی اور تبتّل الی اللہ کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ قول ربانی ہے:

وَاذْکُرِاسْمَ رَبِّکَ وَ تَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلًا ط (المزمل۔۸)

ترجمہ: اور پڑھے جا نام اپنے رب کا اور چھوٹ کر چلا آ اس کی طرف سب سے الگ ہو کر۔

غرض ہر نام الٰہی کی رٹ نام والے تک پہنچا دیتی ہے اور اس اسم کی تجلی ذاکر کے قلب و روح اور جسم و جان کو منور کر دیتی ہے لیکن جملہ اسمائے الٰہیہ میں سے جو جامعیت و عظمت، برکت و وسعت، گہراؤ اور گیرائی اسم جلالہ 'اللہ' میں ہے کسی سے پوشیدہ نہیں۔ اس لئے قرآن کریم میں ہر جگہ یہی نام خداوند قدوس کیلئے اسمِ 'علم' کے طور پر استعمال ہوا ہے اور علماء نے اسے اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا نام اور اسم ذات قرار دیا ہے اور جملہ اسمائے الٰہیہ کی معنویت و حقیقت کو اسی 'نام پاک' میں منطوی و مندرج سمجھا ہے۔ اس لئے اسم ذات کا ذکر جملہ اسمائے حسنیٰ کی تجلیات و برکات کا جامع ہے۔ ہمارے حضرت والا قدس اللہ روحہ' کا ملفوظ ہے:

''اللہ تعالیٰ اس ذات کا نام ہے جو تمام صفات حسنہ کی جامع ہے۔ 'اللہ' کہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا دھیان اس کی تمام صفات حسنہ کے ساتھ ہونا چاہیئے۔ وہ نافع بھی ہیں، ضار بھی ہیں، معطی بھی ہیں، مانع بھی، خالق بھی وہی ہیں، رازق بھی وہی ہیں، اللہ تعالیٰ کہتے ہوئے ان کی تمام صفات کا استحضار ہونا چاہیئے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے سوا ہر چیز سے ان صفات کی نفی ہو اور اللہ ہی میں تمام صفات کو سمجھا جائے''۔

حضرت سید الملۃؒ سیرۃ النبیؐ (جلد چہارم) میں اسم 'اللہ' کی تشریح کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں: ''اللہ'' یہ خدا کا وہ نام ہے۔ جو قرآن پاک میں بطور علم ہر جگہ استعمال ہوا ہے۔ اسلام سے پہلے بھی یہ عرب میں خدائے برحق کیلئے استعمال ہوتا تھا۔ اس لفظ کی معنوی تحقیق میں بہت کچھ اختلاف کیا گیا ہے کسی نے کہا ہے کہ اس کے معنی اس ہستی کے ہیں جس کی پرستش کی جائے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ وہ جس کی حقیقت و معرفت میں عقل انسانی حیران و سرگردان ہو۔ دوسروں کی تحقیق ہے کہ اُس کے معنیٰ ہیں، وہ اپنی مخلوقات ایسی شفقت و محبت رکھے جو ماں کو اپنے بچوں کے ساتھ ہوتی ہے۔ اس اخیر تعبیر کی بنا پر اللہ کے معنیٰ پیار کرنے والے یا پیارے کے ہیں۔　　(سیرۃ النبیؐ ص۔۵۰، جلد۔۴)

اسی کتاب میں آگے چل کر لکھتے ہیں:

'' ہر زبان میں اِس خالق ہستی کی ذات کی تعبیر کیلئے کچھ نہ کچھ الفاظ ہیں جن کو کسی خاص تمثیل

اور نصب العین کی بنا پر مختلف قوموں نے اختیار کیا ہے۔ تاہم وہ درحقیقت پہلے کسی نہ کسی وصف کو پیش نظر رکھ کر استعمال کئے گئے تھے۔ ہر قوم نے اس عَلَم اور نام کیلئے اُسی وصف کو پسند کیا ہے جو اس کے نزدیک اس خالقِ ہستی کی سب سے ممتاز صفت ہوسکتی ہے۔ اسلام نے خالق کیلئے جو نام اور عَلَم اختیار کیا ہے وہ لفظ اللہ ہے، اللہ کا لفظ اصل میں کس لفظ سے نکلا ہے۔ اس میں اہل لغت کا یقیناً اختلاف ہے۔ مگر ایک گروہ کثیر کا یہ خیال ہے کہ یہ 'وَلَہٌ' سے نکلا ہے۔ اور ''وَلَہٌ'' کے اصل معنی عربی میں اس 'غم'، 'محبت' اور 'تعلق خاطر' کے ہیں جو ماں کو اپنی اولاد کے ساتھ ہوتا ہے۔ اسی سے بعد کو مطلق ''عشق ومحبت'' کے معنٰی پیدا ہو گئے اور اسی سے ہماری زبان میں لفظ والہ (شیدا) مستعمل ہے۔ اس لئے اللہ کے معنٰی ''محبوب اور پیارے'' کے ہیں جن کے عشق ومحبت میں نہ صرف انسان بلکہ ساری کائنات کے دل سرگرداں، متحیر اور پریشان ہیں، حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ قرآن مجید کی آیتوں کے ترجمے اکثر ہندی میں فرمایا کرتے تھے۔ اللہ کا ترجمہ وہ ہندی میں 'من موہن' یعنی 'دلوں کو محبوب' کیا کرتے تھے۔

(سیرۃ، ص۵۳۳)

یہ تو لفظ اللہ کی لغوی تحقیق تھی۔ دوسری جگہ اسی پاک نام کی عظمت واہمیت کے متعلق تحریر فرماتے ہیں: ''محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ربانی تعلیمات سے انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی حقیقی عظمت سے آشنا کیا۔ اس کی وحدت اور بے مثالی سے باخبر کیا، اس کی مشیت وارادہ اور قدرت ووسعت سے آگاہ کیا۔ ایک ایسی ہستی کے اعتقاد کی اُن کو تعلیم دی جس کی قدرت بے انتہا، جس کی وسعت غیر محدود ہے۔ جس کی مشئیت کائنات کے ہر ذرہ میں نافذ ہے۔ جس کے علم کے احاطہ میں اندھیرے اور اجالے کی ہر چیز داخل ہے دلوں کے اسرار، زبانوں کے الفاظ اور ہاتھ پاؤں کے اعمال سب ہر لحظہ اور ہر لمحہ اس کے روبرو ہیں۔ اس کے سامنے انسان اپنے ہر عمل کا جوابدہ اور ذمہ وار ہے۔ اس کے مواخذہ کا خوف اور اس کی رحمت کی امید ہے۔ وہ محبوب ازل ہے اس کی محبت کا نشہ ہمارے دلوں کی ہشیاری ہے۔ اس کے فضل وکرم اور لطف ومحبت کی نیرنگیاں اوپر سے نیچے تک پھیلی ہیں۔ اس کی قوت ہر قوت پر غالب، اس کا ارادہ ہر ارادہ میں نافذ اور اُس کا حکم ہر حکم سے بالاتر ہے۔ اس کی عبادت ہر مخلوق پر فرض اور اس کی اطاعت ہر مکلّف پر واجب ہے۔ وہ ہر عیب سے پاک ومنزہ اور ہر وصف کا مستحق اور اس سے متصف ہے۔ انسانوں

کو اپنی یاد دلانے اور ان کے تزکیہ و اصلاح کیلئے رسولوں اور پیغمبروں کو بھیجتا رہا اور ان سے ہمکلام ہوتا رہا اس کے کچھ احکام اور بندھے ہوئے قوانین ہیں جن کی اطاعت نیکی اور نافرمانی گناہ ہے۔ وہ اندھیرے کی روشنی، بھوکوں کی سیری، مایوسوں کی امید، زخمیوں کا مرہم، بے قراروں کی تسلی اور بے کسوں کا سہارا ہے۔ وہ ہم سے ہماری رگِ گردن سے بھی قریب تر ہے ہم اس کو جب پکاریں وہ سنتا ہے وہ نیکیوں کو پسند اور گناہوں سے نفرت کرتا ہے۔ وہ جب چاہے آسمان و زمین کو فنا کر دے اور جب چاہے ان کو پھر رچا دے۔ اس کی محبت دنیا کا حاصل اس کی عبادت ہماری زندگی کا مقصود اور اس کی یاد ہماری دلوں کی راحت ہے۔

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ. (رعد:۲۸)

ترجمہ: ہاں خدا کی یاد سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ (سیرت النبیؐ ص ۴۸۷ تا ۴۸۹، ج۔ج ۴)

علامہ ابن قیم نے مدارج السالکین میں اسم جلالۂ اللہ کی عظمت و اہمیت پر قابلِ دید بحث کی ہے۔ ارقام فرماتے ہیں: ''اسم 'اللہ' باری تعالیٰ کے جملہ اسمائے حسنیٰ اور صفاتِ الوہیت موجود ہوں اور ان کی اضداد کی نفی ہو۔ چونکہ صفات الٰہیہ ایسی صفات کمال ہیں۔ جو تشبیہ و مثال اور عیوب و نقائص سے منزہ ہیں اور (ان پر دلالت کرنے والا یہ نام اللہ ہے) اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمام اسمائے حسنیٰ کو اس اسم عظیم کی طرف منسوب کیا ہے۔ جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَ لِلّٰہِ الْاَ سْمَاءُ الْحُسْنٰی

ترجمہ: اور اللہ ہی کیلئے ہیں سارے اچھے نام۔ اِسی بنا پر الرحمٰن، الرحیم، القدوس، السلام، العزیز، الحکیم کو اللہ کے نام کہا جائے گا۔ اور اللہ کو الرحیم یا العزیز وغیرہ کا نام نہیں کہا جائے گا۔ (گویا اسم عَلَم و ذاتی اللہ ہے)۔ اللہ کا اسم جملہ اسمائے حسنیٰ کے معانی کو مستلزم ہے اور ان تمام اسمائے حسنیٰ پر اجمالاً دلالت کرتا ہے۔ نیز جملہ اسمائے حسنیٰ ان صفاتِ الٰہیہ کی تفصیل و وضاحت ہیں۔ جو اسم 'اللہ' سے مشتق ہیں اور اسم اللہ ان جملہ اسماء پر اس وجہ سے دلالت کرتا ہے۔ کہ 'اللہ' ایسا ملجاء، ماویٰ اور محتاج الیہ[۱] (محبوب) اور معبود ہے۔ جس کی طرف پوری مخلوق تمام حوائج و مصائب میں محبت و تعظیم، عاجزی و ہیبت کے ساتھ سر افگندہ و متوجہ ہے اور حاجت براری اور معبودیت کی ان صفات کا لازمہ کمال ربوبیت و رحمت ہے اور یہ کمالِ ملک و حمد، الٰہیت و ربوبیت رحمانیت و فرمانروائی کی جملہ صفات کمال کو مستلزم ہیں اور جلالی اور جمالی صفات تو اسم اللہ کے ساتھ خصوصاً متعلق ہیں۔ (مدارج السالکین، ص ۳۲۔۳۳، ج۔۱)

---

[۱] اصل لفظ 'مالوہ' ہے جس میں یہ تمام معنی آجاتے ہیں۔

(جاری ہے)

بیان (تراویح کے ختم قرآن کے موقع پر پشاور یونیورسٹی میں بیان، ۲۰۰۰-۰۱-۰۶) (آخری حصہ)

(ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہٗ)

حضرت عثمانؓ کے دور میں اس طرح ہوا کہ ایک محاذ پر دو لشکر اکٹھے ہوئے۔ مثال کے طور پر آپ سمجھیں کہ ایک لشکر وزیرستان بنوں کے علاقے کا ہو اور دوسرا لشکر مثلاً مردان، چارسدہ، صوابی کے علاقے کے لوگ ہوں۔ تو مثلاً وزیرستان والا نماز پڑھانے کے لئے آگے ہوا اور اُس نے جو اپنے Accent میں تلاوت کی تو دونوں علاقوں کی قرات میں بڑا فرق ہے۔ وہ غوخہ کو غوشہ کہتے ہیں اور بھی بڑا فرق ہے۔ کوئی ایک جملہ کوئی بولے وزیرستان والا ''تُو سے نن مڑیے به دِلے خرئ یے'' اور مروت اگر ہوں تو کہتے وہ ''چائے چشے؟'' تو وزیرستان والوں نے نماز پڑھائی سلام پھیرا تو پیچھے دوسرے علاقے والے تلواریں لے کر آگے آ گئے۔ انہوں نے کہا ''یہ تم نے کیا پڑھا ہے؟'' تم نے قرآن کو بگاڑنے کی کوشش کی ہے اور تم ہمارے ہوتے ہوئے قرآن مجید کو تبدیل کر رہے ہو۔ یہ تم نے کیا پڑھا ہے؟ تو انہوں نے کہا ''بھائی یہ ہمارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹھیک کہا ہوا ہے، مانا ہوا ہے۔ اس لئے پڑھا ہم نے۔ خیر وہ بات بڑھی یہاں تک کہ کشت وخون ہو رہا تھا کہ بڑے بوڑھے آگے آئے اور انہوں نے کہا کہ آپ خاموش ہو جائیں امیر المومنین سے فیصلہ کروائیں گے۔ خیر جھگڑا ختم ہوا لشکر واپس آیا، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تذکرہ ہوا۔ انہوں نے کہا۔ اوہو! واقعی اسلام تو اتنا پھیل گیا ہے ایسے نئے لوگ آرہے ہیں ان باتوں کی معلومات تو لوگوں کو نہیں ہیں۔ اب کیا کریں۔ انہوں نے کہا اب تو یہ کرنا ہوگا کہ ایک ہی قرأت پر جمع کرنا پڑے گا۔ ساری امت کو اب قرآن مجید پڑھنے کی ایک قرأت ہے۔ طٰہٰ، مَآ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰۤی اور وَالضُّحٰی، وَالَّیۡلِ اِذَا سَجٰی، مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَاقَلٰی۔ اس کو قرأتِ اِمالہ کہتے ہیں اور دوسری قرأت میں اس کو طٰے ھے ما انزلنا علیکَ القرٰنَ لتشقے اور وضحے والليلِ اذا سجے ما ودعک ربک و ما قلے پڑھا جاتا ہے۔ اسی طرح ایک قرأت میں ولا تَقربا پڑھتے ہیں اور دوسری قرأت میں ولا تِقربا پڑھتے ہیں. ایک قرأت ہے اس میں اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ، الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ، مالِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ کی جگہ مَلِکِ یَوۡمِ الدِّین پڑھتے ہیں۔ ایک دفعہ ایک عرب ہمارے ساتھ جماعت میں تھا وہ بیان کر رہا

تھا۔ مجھے ترجمہ کرنے کیلئے کھڑا کیا ہوا تھا۔ اُس نے کہا ''عزوزہ ''میں نے کہا یا اللہ عزوزہ کا کیا معنٰی ہے مجھے تو اس کا پتہ نہیں۔ میں نے کہا پھر کہو کیا؟ اس نے کہا'' عـزوزہ '' میں نے کہا پتہ نہیں کیا کہہ رہا ہے تو پھر اس نے اشارہ کیا کہ ایسی ایک عورت ہو، اس کی ہڈیاں اور چمڑی رہ گئی ہو، تو میں نے کہا ''عجوزہ''اس نے کہا ہاں ۔عجوزہ بوڑھی عورت کو کہتے ہیں ۔اسطرح کے تلفظ (Pronounciation) کے فرق اردو، پنجابی، پشتو ساری زبانوں میں ہوتے ہیں۔اس لئے بڑی عمر کے لوگوں کے لئے دوسرے لہجے اور تلفظ (Accent & Pronounciation) میں بولنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ اس عمر کے لوگوں کی درخواست پر ہی آپ ﷺ نے ہر قبیلے کو اپنے تلفظ اور لہجے میں پڑھنے کی اجازت دی تھی۔

حضرت عثمان ؓ نے سارے ریکارڈ کو پھر نکالا۔ زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر سارے کا دوبارہ موازنہ (taly) کیا اسی ترتیب پر، دو گواہوں کے ساتھ اور سب کچھ کر کے پھر ایک قرأت روایتِ حفص اور ایک رسم الخط کے مطابق لکھوایا اور اس کی تلاوت کو حکومتی مراسلہ (State Order) کے ذریعے سے چالو کرایا اور باقی سب کو بند کرا دیا۔ آج کل جو ہم پڑھتے ہیں یہ روایتِ حفص ہے۔ اور ایک روایت ''امام عاصم'' کی ہے۔ اس طرح سات روایتیں ہیں ان میں سے بعض روایتوں کی مزید شاخیں ہیں جن کی وجہ سے دس بن جاتی ہیں، اس لئے ان ساری روایتوں کو سبعہ عشرہ کہتے ہیں۔ یہ روایتیں آج تک موجود ہیں اور سبعہ عشرہ کے قاری حضرات سب کو جانتے ہیں اور سب کو پڑھ سکتے ہیں۔ بعد کے دور میں ترک لوگ مسلمان ہوئے تو ان کے بڑے بوڑھے جن کی عمر چالیس سال سے اوپر ہو گئی تھی بہت کوشش کریں وہ ''ک'' نہیں پڑھ سکتے تھے۔ 'ک' کو 'چ' پڑھتے ہیں۔ اکابرین دیوبند گئے ہوئے تھے حج پر تو وہاں اتفاقاً ایسے وقت پر پہنچے کہ جماعت ہو گئی تھی اور ایک ترک جماعت ثانی کرا رہا تھا۔ تو اس نے پڑھا اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ...... اِيَّا چ نعبُدُ وَاِيَّا چ نَسْتَعِيْن تو پیچھے اکابرین دیوبند نے نماز پڑھی اور نماز کے بعد باقی حضرات نماز دُہرانے لگ گئے، مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ علیہ نے نہیں دہرائی۔ ان سے پوچھا یہ کیا بات ہوئی ہے انہوں نے کہا کہ سَبْعَةِ احرف پر جو قرآن کو پڑھنا جائز قرار دیا گیا ہے تو اس میں ایک یہ بھی ہے۔ اس قوم کی مجبوری ہے لہٰذا اُن کے لئے

جائز ہے۔جاپان والے'ل' کو 'ر' پڑھتے ہیں ارحمدُ رِدڒہِ رَبِّ الرعارَمین . 'ل' نہیں پڑھ سکتے۔ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ،مٰارِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ. تواس کی قیامت تک گنجائش رہے گی جوقوم بھی آئے گی تو اس کیلئے ''سبعۃ احرف'' کی گنجائش ہمارے پاس ہوگی ۔ اس کا شریعت میں پورا بندو بست (Provision) ہے۔حضرت عثمانؓ نے روایتِ حفص کے مطابق قرآن پاک کے نسخے بنائے۔ڈاکٹر حمیداللہ صاحب نے لکھا ہے کہ سات نسخے بنائے۔سات بڑی بڑی ولایتیں جوان کی تھیں ان میں ایک ایک بھیجا۔حضرت عثمانؓ کے ہاتھ کے جو نسخے ہیں ان میں سے اس وقت دوموجود ہیں۔ایک استنبول کے توپ کاپے کا عجائب خانہ ہے اس میں ہے اور ایک تاشقند میں ہے۔جس وقت کہ روسی انقلاب آیا ہے اس وقت کسی طریقے سے ان کے ہاتھ لگا ہے اور اس کو وہاں رکھا ہے انہوں نے۔تاشقند والا وہ ہے جس پر حضرت عثمانؓ خود تلاوت کررہے تھے جس پر ان کا خون بھی گرا ہے شہید ہوتے وقت۔ فسیکفیکھم اللّٰہ وھو السمیع العلیم پر ان کا خون گرا ہے۔ہمارے حضرت مولانا صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اس کی فوٹو کاپی منگوائی تھی تو اس کو ہم نے بھی دیکھا۔اس جگہ کو بھی دیکھا جہاں ان کے خون کے دھبے تھے۔

خیر یہ خیال تھا کہ حفاظتِ قرآن کا تھوڑا سا بیان کریں گے۔اب ایک ۱۰ منٹ دوسری بات کریں گے۔قرآن معجزہ ہے کہ اس نے چودہ سوسال سے انسانوں کو عاجز رکھا ہے۔انسان چاند پر پہنچ گئے اور کمپیوٹر اور قسما قسم کی چیزیں ایجاد ہوگئیں۔انسان محیر العقول کام کرتے ہیں کہ ہوا میں چلتے ہوئے جہاز کی Refeulling کرتے ہیں اور پٹرول ڈالتے ہیں اس میں اور چلتی ہوئی مشین کو چاند پر یہاں سے ٹھیک کرتے ہیں۔ریموٹ کنٹرول سے اس کو چالو کرتے ہیں، روکتے ہیں۔لیکن قرآن پاک کا جواب نہ لا سکے، عاجز کیا ہوا ہے۔

اس کے تین لفظوں کی تھوڑی سی تفسیر کرتے ہیں، کتاب ہے یہ۔کتاب کا نام کیا ہے؟ قرآن۔ پڑھی جانے والی چیز ۔تفسیرِ ماجدی میں عبدالماجد دریابادی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے Encyclopedia Britannica کی جلد کے صفحے کا حوالہ دے کر کہ دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب قرآن ہے تو پہلے لفظ کی جو پیشن گوئی ہے وہی معجزاتی طور سے ثابت ہے کہ سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب قرآن ہے۔کتاب کے نام کے بعد آدمی کہتا ہے کہ مصنف کون ہوگا ؟

اس کا نام دیکھتا ہے قرآن کھولتے ہی بسم اللہ شروع ہوجاتا ہے کہ دینے والی ہستی اللہ تبارک وتعالیٰ ہے۔ نام شخصیت کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ ہمارے حضرت مولانا صاحب رحمتہ اللہ فرماتے تھے کہ یہ جو لفظ اللہ ہے اس کا عربی کا مادہ ولۃ ہے۔ ولۃ کہتے ہیں اس محبت کو جس میں انسان اپنے ہوش وحواس گم کررہا ہو۔ یعنی اللہ وہ ہستی کہ جس کی محبت میں انسان فریفتہ ہورہا ہو۔ فرماتے تھے کہ اللہ کا معنٰی ہندی میں فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے ''من موہن''۔ 'من' کہتے ہیں دل کو اور 'موہن' کہتے ہیں کھینچ لینے والا، یعنی وہ ہستی جو دل کو کھینچ لے، دل کی ساری محبت کے جذبات کو اپنی طرف کھینچ لے۔ لفظ اللہ کا ذکر جب اسم ذات کے طور پر کرواتے ہیں ایک تو ضربوں کا ذکر ہم کرواتے ہیں۔ ضربوں کا ذکر آدمی کا مکمل ہوجائے پھر اسم ذات کراتے ہیں۔ اللہ کی شان انسان اب کمزور ہیں ہم خود بھی کمزور ہیں تو انسانوں کی استعدادیں ہی کمزور ہیں۔ ۶۰۰۰ تک ہمارے ساتھی کرتے ہیں۔ اسم ذات کا ذکر جب کرتا ہے آدمی تو اسم ذات کے اندر بجلی کی طرح کی ایک لہر ہے محبت کی اور کشش کی کہ سارے بدن میں پھیلتی ہے۔ ایک ساتھی نے بتایا کہ 'اللہ' جب کرتا ہوں تو ایک طرف لہر اٹھتی ہے تو دائیں طرف کو بازوؤں میں ٹانگوں میں شوں کرکے نکلتی ہے بجلی کی روئیں نکلتی ہیں پھر ایک دفعہ بائیں طرف سے نکلتی ہیں۔ ایک آدمی نے بتایا کہ آپ کو فلاں جگہ میرے جسم پر نظر آیا یہاں پر داغ ہوگیا تھا میں نے کہا ہاں جی کہنے لگے کہ کچھ دنوں وہ رُو بجلی کی ادھر سے نکلتی تھی۔ ادھر سے باہر کو کڑک ہوتی تھی تو کالا داغ ہوگیا تھا اس جگہ جہاں سے وہ بجلی کی رو نکلتی تھی۔ تو واقعی ایسی فریفتگی اور محبت پیدا ہوتی ہے کہ کیا پوچھنا انسان کوشش کرکے تو دیکھے۔

ے آدمی کے ریشے ریشے میں سما جاتا ہے عشق
جیسے شاخِ گل میں ہو بادِ سحرگاہی کا نم

ے نام اُن کا اور جاں کے ساز پر
ہر رگِ جاں سازِ الا اللہ ہے

پھر آدمی چاہتا ہے کہ اس کی اور صفات (Qualifications) معلوم ہوں چنانچہ اللہ کے ذاتی نام کے ساتھ صفاتی نام الرحمٰن، الرحیم شامل کئے گئے۔ الرحمٰن وہ صفت ہے جس کے تحت اللہ تعالیٰ کافر کو، ظالم کو، ڈاکو کو سب کو روزی دیتا ہے وہ رحمانیت ہے۔ الرحیم وہ شان ہے جس کے صدقے میں

آخرت میں اللہ تعالیٰ مومنین کو نجات دے گا اور نعمتیں دے گا۔

اب تیسرے ایک لفظ کی تفسیر تھوڑی سی کریں گے۔ **ذالک الکتاب لاریب فیہ** ، پہلے سورۃ فاتحہ میں درخواست کی گئی ہدایت کی کہ ہدایت ایک بہت بڑا مسئلہ ہے انسان کا۔ یہاں سے بات شروع کی تھی ہم نے ہدایت کی۔ تو اس کے جواب میں تھا **ذالک الکتاب** کہ اس کے جواب میں یہ کتاب ہے اور **لاریب فیہ** کہ اس کے اندر کچھ تعلیمات دی جائیں گی اور ان تعلیمات کے نتائج بیان کئے جائیں گے کہ یہ اعمال وجود میں آئیں گے ان کے یہ نتیجے نکلیں گے وہ نتائج وجود میں آئیں گے اور وہ ہو کر رہیں گے۔ یہ بات ثابت ہو کر رہے گی آپ دیکھیں گے اس میں کوئی شک نہیں ہو سکے گا۔

قرآن پاک کی تعلیمات کے تین بڑے ستون ہیں **Pillars** ہیں۔ توحید، رسالت اور آخرت۔ اور قرآن پاک نے زیادہ بیان بھی ان کو کیا ہوا ہے اور ان کی وجہ سے انسان کے اندر جو بنیاد بنتی ہے، جو تعلق اللہ کا بنتا ہے، جو یقین بنتا ہے اور انسان کے اندر جو مانگنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات سے عطا کی امید پیدا ہوتی ہے وہ لاجواب کیفیت ہے۔ لہٰذا ان مضامین کو مختلف پیرایوں میں بیان کیا گیا ہے۔ اللہ نے اپنا تعارف کرایا ہے۔ انسانوں پر اپنے احسانات، اپنی قدرت، اپنی شان، کائنات میں پھیلی ہوئی اپنی نشانیاں، انسان کے بدن میں پھیلی ہوئی اپنی نشانیاں، اس پر احسانات، ان چیزوں کا تذکرہ کیا گیا ہے تاکہ اللہ کی پہچان اور معرفت پیدا ہو۔ کسی سے فوائد اُس کی پوری پہچان اور معرفت کے ذریعے حاصل ہوتے ہیں۔ مثلاً کوئی آدمی یہاں پر کھڑا ہے، ایک عورت ہے اس نے ایک بڑا گٹھڑ بنایا ہے گھاس پھوس کا۔ اس نے سوچا آدمی بڑا مضبوط ہے یہ میرا گٹھڑا اٹھا کر سر پر رکھ دے گا تو اس نے اس سے یہ فائدہ لے لیا۔ یونیورسٹی کا بیرا گزرا تو اس نے کہا کہ اس کو تو انگریزی بھی آتی ہوگی میرا خط آیا ہوا ہے انگریزی کا پڑھ کر سنا دے گا۔ اس نے کہا تو اس نے پڑھ کر سنا دیا۔ کوئی بھکاری آ رہا تھا اس نے کہا مالدار آدمی ہے دو روپے دے دے گا۔ اس نے کہا غریب ہوں جی ہمیں پیسے دے دیں تو اس نے دو روپے بھی دے دیئے۔ اب ادھر سے مثلاً کوئی دانشور آدمی گزر رہا تھا ڈاکٹر فرید صاحب کی طرح اس نے دیکھا کہا سبحان اللہ! یہ تو صوبے کے بہت بڑے افسر ہیں پوچھا کیا بات ہوگئی ہے؟ انہوں نے کہا یہاں سے گزر رہے تھے گاڑی خراب ہوگئی ہے یا کوئی وجہ ہوگئی ہے، دل کی حرکت تیز ہوگئی ہے، انہوں نے ان کو

اتارا اور ہسپتال لے جانے کا بندوبست کیا اور ساری چیزوں کا بندوبست کر دیا۔ افسر صاحب نے پوچھا ہمارے لائق کوئی خدمت۔ انہوں نے کہا کچھ نہیں۔ افسر صاحب نے کہا آپ کے دو بیٹوں کو بھرتی تو کر دیں گے فلاں فلاں پوسٹوں پر، چلیں آپ کو ایک پلاٹ بھی دے دیں گے حیات آباد میں مارکیٹ ایریا والا۔ ہر ایک نے اپنی اپنی پہچان اور معرفت کے بقدر فائدہ لیا۔

تو اللہ کی پہچان، قدرتوں والا، کتنی شان والا، کبریائی والا، بڑائی والا، سارے مالی وسائل و اسباب اس کے آگے سرنگوں ہیں، اس کے آگے بے حیثیت ہیں، بے حقیقت ہیں اور جو چاہے کرسکتا ہے۔ **فعال لما یرید** اور **اذا اراد شیئًا ان یقول لہ کن فیکون** اُس کی شان ہے، کبریائی ہے، قوت ہے، عظمت ہے، جبروت ہے اور اس کا حکم جاری ہے اور ساری ہے ہر چیز پر حاوی ہے یہ اللہ کی ایک پہچان ہے یہ بیان کی گئی۔ پھر اس شان کو بیان کیا گیا مظاہر قدرت کو اور پرندوں اور انسانوں کو اور رکوعوں کے رکوع ہیں قرآنِ پاک کے جوان مضامین کو بیان کرتے ہیں۔ تم بارشیں برساتے ہو کہ ہم بارشیں برساتے ہیں، تم آدمی کو شفا دیتے ہو کہ ہم شفا دیتے ہیں اور اس طرح کے تذکرے کے تذکرے ہیں۔

پھر رسالت ہے، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو بیان کیا گیا۔ آپ کے احسانات کو بیان کیا گیا۔ آپ کے کمالات کو بیان کیا گیا کہ آپ کی پہچان ہو اور پتہ چلے کہ ان کے مسائل کے حل کرنے والی شخصیت کون ہے اور ان کے لئے ان ساری چیزوں کا بندوبست کرنے والی شخصیت کون ہے۔ اس کو بیان کیا گیا ہے۔

پھر آخرت میں کھڑا ہونا اللہ کے ہاں بیان کیا گیا ہے۔ جہنم کی ہولناکیاں بیان کی گئیں ہیں۔ سبحان اللہ! ہمارے حافظ صاحب سنا رہے تھے جب انہوں نے جہنم کی آیتیں پڑھیں تو ایسے روئے اور ان کی آواز رکی اور وہ کھڑے رہے اور پیچھے لوگوں پر کیفیت طاری ہو رہی تھی اور بیچ میں ہماری طرح بدذوق بھی تھے۔ انہوں نے کہا

"دُمرا وخت ئے واخستو، سنگہ حافظ دِ راوستے دے ڈاکٹر صاحبا۔ آواز اے نہ اُوزی دہ دے، "(اتنا وقت لے لیا ہے ڈاکٹر صاحب آپ یہ کیسا حافظ لائے ہیں جن کی آواز ہی نہیں نکلتی) میں نے کہا "بیا بہ نہ رازی جی، اوس پریگدے چہ راوستے مے دے "(پھر نہیں آئے گا اب چھوڑ یئے

کہ لے آیا ہوں)۔تو ایسی جنت کی رعنائیاں ہیں، جہنم کی ہولنا کیاں ہیں۔ پھر انبیاء علیھم الصلوۃ والسلام کے واقعات ہیں جو بتا رہے ہیں کہ ایسے ایسے حالات آئے ایسے ایسے اعمال ہوئے اور ایسا ایسا Stand لیا اُن انبیاء علیھم السلام کی شخصیات نے اور یہ یہ اُس کے نتائج ہوئے۔ بحیرہ قلزم کے کنارے موسیٰ علیہ السلام پر سخت اضطراب (Tension) کے حالات آئے، آگے سمندر ہے اور پیچھے فرعون کا لشکر، جمے ہیں، کھڑے ہوئے ہیں اور فرعون کی اتنی عظیم قوت کے آگے اللہ نے مدد فرمائی ہے کہ سمندر میں سے راستے بنا کر نکالا ہے، خیر پوری تفصیلات ہیں۔ یہ انبیاء علیھم السلام کے واقعات ہیں جو اس یقین کو پکا کرنے کے لئے ہیں۔ جنت کی رعنائیاں ہیں اس میں کشش پیدا کرنے کے لئے، جہنم کی ہولنا کیاں ہیں، خوف کے راستے انسان کے اندر یقین کو پکا کرنے کیلئے۔شوق اور خوف یہ دو استعدادیں ہیں انسان کی تو ان دو کو جھنجھوڑا گیا ہے Appeal کیا گیا ہے جنت کی رعنائیوں اور جہنم کی ہولنا کیوں سے۔اس سے انسان کی شخصیت اور اس کا باطن بنتا ہے، یقین اور حوصلہ پیدا ہوتا ہے، ہمت بنتی ہے۔اس پر بہت وقت لگتا ہے، کام کرنا پڑتا ہے ایک دو دن کی بات نہیں ہے۔احکامات کو کل ۵۰۰ آیتوں میں بیان کر دیا گیا ہے۔کل ۵۰۰ شقیں ہیں اس آئینی دستاویز کی۔جس میں فرد سے لے کر معاشرے تک اور گھر سے لے کر مملکت تک سارے اصول، جنگ وصلح کے اور معیشت، معاشرت، قضا، سیاست، ساری چیزیں بیان ہوگئیں۔

اب آخری بات یہ ہے کہ جو پہلی چیز ہے اس کو وجود میں لانے کیلئے مہم کام کرنے کی ضرورت ہے وہ کیسے ہوگا؟ اور انسان میں اللہ، رسول اور آخرت کی وابستگی کیسے پیدا ہو؟ اس کیلئے ایک تو مدارس میں پڑھا جاتا ہے جس سے معلومات جمع کی جاتی ہیں۔اس کو جم کر بولیں گے واعظین، مبلغین اور داعین اس کو بولیں گے اور عوام اس کو اخذ کرنے کی کیفیت کے ساتھ سنیں گے۔تبلیغ والے حضرات کسی نہ کسی درجے میں کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی معرفت و گہرائی کو مشائخ وصوفیاء مجالس میں اس خاص کیفیت کے ساتھ بیان کریں گے اور سننے والے اس کو لینے کی نیت سے سنیں گے تو تعلق اور محبت پیدا ہوگی اللہ اور رسول سے اور اس کو علیٰحدہ علیٰحدہ بیٹھ کر پڑھیں گے، غور کریں گے، مراقب ہوں گے اس پر۔ یہ ترتیب اتنی ہونے کی ضرورت ہے جتنے آپ کے تندور ہیں، جتنی کریانے کی دکانیں ہیں، اتنا اس کا چرچا ہوگا جس کا سوواں حصہ بھی نہیں ہے معاشرے میں۔اتنا اس کا چرچا کرنے کی ضرورت ہوگی اور اتنے مدارس کی ضرورت

ہوگی۔ مفتی غلام رحمٰن صاحب نے ہمیں بلایا تھا انہوں نے کہا کہ ''زمنگ محکمہ کے بے روزگاری نشتہ۔ بے روزگاری ستا سو کالجونو، یونیورسٹوں کے دہ''(ہمارے محکمہ میں بے روزگاری نہیں ہے یعنی مدارس اور دارالعلوموں میں، بے روزگاری تمہارے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں ہے)۔

مدارس سے جو آدمی نکلتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو کھانا، کپڑا اور ضروریات دیتا ہے۔ خواہ صرف ایک اذان ہی کیوں نہ سیکھی ہو اور کچھ بھی نہ سیکھ سکا ہو۔ ۴ لفظ صرف سیکھے اللہ اکبر، اللہ اکبر۔ تو اس کا چرچا کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ دس دن صرف کافی نہیں ہیں جو ہم یہاں (اعتکاف) میں بیٹھے ہیں۔ ماحول میں ہیں کچھ جذبہ بنا باہر نکلیں گے تو شیطان جو سمندر میں بند ہے کہتا ہے ''بچیہ تہ اُزہ کنہ گورم بہ درسرہ۔ چے اُزے نو پتہ بہ لگی۔ تہ بہ ٹِنگ پاتے نشے''(بچے! تم ذرا باہر نکلو پھر تمہارے ساتھ دیکھوں گا، جب نکلو گے تو پتہ چلے گا، تم قائم نہیں رہ سکو گے)۔ میں تمہیں ٹھیک کروں گا اس نے تو ٹھانی ہوئی ہے کہ ہمیں تو ملا نہیں اعزاز اس کو بھی نہیں ملنے دیں گے۔

ایک ان پڑھ میواتی تھا تو وہ تبلیغ والوں کو ہدایات دے رہا تھا کہ بھائیو! بس کو دھکا دیتے ہیں دیتے ہیں اور اوپر تک چڑھاتے ہیں جس کا انجن خراب ہو گیا ہو اور اس کے پیچھے پتھر رکھتے ہیں اور پھر آگے دھکا دینے کا بندوبست کرتے ہیں۔ اگر پتھر نہ رکھیں تو لڑھک کر پھر اسی جگہ پر آجائے گی جہاں سے چلی تھی۔ تو اتنی جو محنت کی ہوئی تھی ساری بے کار چلی جائے گی اگر چہ یہ دینی محنت بیکار نہیں جاتی اللہ نے لکھ دی ہے لیکن جس جگہ تک ترقی ہوئی تھی اس جگہ سے آدمی پھسل کر نیچے آجاتا ہے۔ اگر آدمی پورا ساتھ نہ دے اور آنا جانا نہ رکھے تو آدمی پھسل جاتا ہے۔ سچ بات ہے کہ ہم بھی اس کے محتاج ہیں اگر اس کو نہ کریں سارا سال تو ہمارے بھی جذبات بدل جاتے ہیں۔ آدمی کو پتہ ہی نہیں چلتا اس کے جذبات بدل جاتے ہیں۔ اس کے لئے رابطہ رکھنا ہوتا ہے اور انشاء اللہ جب ایک دفعہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی کبریائی اور شان دل میں آجائے، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دل میں آجائے اور اعمال صالحہ پر آدمی پکا ہو جائے تو کوئی وجہ ہی نہیں ہے کہ مسائل حل نہ ہوں۔ بالکل کوئی وجہ ہی نہیں ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو نوازیں گے آپ اس کو حاصل کرنے کی نیت کریں اگرچہ اس میں مشکلات پیش آئیں گی لیکن حاصل کرنے کے بعد جب اس کے فوائد سامنے آئیں گے اور جو زندگی بنے گی آخرت کی اور دنیا کی اس کا جواب نہیں ہے۔ اس کی نیت کریں آپ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

مقبول دعائیں

(ڈاکٹر مولانا عبید اللہ صاحب)

حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے خادمِ خاص تھے۔ دس سال تک آنحضرت ﷺ کی خدمت میں رہے۔ آپ ﷺ نے اُن کے لئے دنیا و آخرت کے خیر کی دعا فرمائی۔

شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ''جمع والجوامع'' میں نقل کیا ہے کہ ابوالشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے ''کتاب الثواب'' میں اور ابنِ عساکر نے اپنی تاریخ میں یہ واقعہ روایت کیا ہے کہ ایک دن حضرت انسؓ حجاج بن یوسف ثقفی کے پاس بیٹھے تھے۔ حجاج نے حکم دیا کہ اُن کو مختلف قسم کے چار گھوڑوں کا معائنہ کرایا جائے۔ حکم کی تعمیل کی گئی۔ حجاج نے حضرت انسؓ سے کہا فرمایئے اپنے آقا یعنی آنحضرت ﷺ کے بھی اس قسم کے گھوڑے اور ناز ونعمت کا سامان کبھی آپ نے دیکھا؟ حضرت انسؓ نے فرمایا بخدا یقیناً میں نے آنحضرت ﷺ کے پاس اس سے بدرجہا بہترین چیزیں دیکھیں اور میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ جن گھوڑوں کی لوگ پرورش کرتے ہیں اُن کی تین قسمیں ہیں، ایک شخص گھوڑا اس نیت سے پالتا ہے کہ حق تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرے گا اور دادِ شجاعت دے گا، اس گھوڑے کا پیشاب، لید، گوشت پوست اور خون قیامت کے دن تمام اُس کے ترازوئے عمل میں ہوگا اور دوسرا شخص گھوڑا اس نیت سے پالتا ہے کہ ضرورت کے وقت سواری کرے اور پیدل چلنے کی زحمت سے بچے (یہ نہ ثواب کا مستحق ہے اور نہ عذاب کا) اور تیسرا وہ شخص ہے جو گھوڑے کی پرورش نام اور شہرت کے لئے کرتا ہے تاکہ لوگ دیکھا کریں کہ فلاں شخص کے پاس اتنے اور ایسے ایسے عمدہ گھوڑے ہیں، اس شخص کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور حجاج تیرے گھوڑے اسی قسم میں داخل ہیں۔

حجاج یہ بات سن کر بھڑک اٹھا اور اس کے غصے کی بھٹی تیز ہوگئی اور کہنے لگا اے انس! جو خدمت تم نے آنحضرت ﷺ کی کی ہے اگر اس کا لحاظ نہ ہوتا نیز امیر المؤمنین عبدالملک بن مروان نے جو خط مجھے تمہاری سفارش اور رعایت کے باب میں لکھا ہے، اُس کی پاسداری نہ ہوتی تو نہیں معلوم کہ آج میں تمہارے ساتھ کیا کر گزرتا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم تو میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا اور نہ تجھ میں اتنی ہمت ہے کہ تو مجھے بدنظر سے دیکھ سکے۔ میں نے آنحضرت ﷺ سے چند کلمات سن رکھے

ہیں، میں ہمیشہ اُن ہی کلمات کی پناہ میں رہتا ہوں اور ان کلمات کی برکت سے مجھے نہ کسی سلطان (کی سطوت) سے خوف ہے اور نہ کسی شیطان کے شر سے اندیشہ ہے۔ حجاج اس کلام کی ہیبت سے بے خود اور مبہوت ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد سر اٹھایا اور نہایت لجاجت سے کہا اے ابوحمزہ! وہ کلمات مجھے بھی سکھا دیجئے۔ فرمایا تجھے ہرگز نہ سکھاؤں گا۔ بخدا تو اس کا اہل نہیں ہے۔

پھر جب حضرت انسؓ کی وفات کا وقت آیا تو آپؓ نے یہ کلمات اپنے خادم حضرت ابان رحمۃ اللہ علیہ کو سکھائے۔ وہ کلمات یہ ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰى نَفْسِىْ وَ دِيْنِىْ بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰى اَهْلِىْ وَ مَا لِىْ وَ وَلَدِىْ بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰى مَا اَعْطَانِىَ اللّٰهُ اَللّٰهُ رَبِّى لَا اُشْرِكُ بِهٖ شَيْئاً. اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَ اَعَزُّ وَ اَجَلُّ وَ اَعْظَمُ وَ مِمَّا اَخَافُ وَ اَحْذَرُ عَزَّ جَارُكَ وَ جَلَّ ثَنَاءُكَ وَ لَا اِلٰهَ غَيْرُكَ. اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّنَفْسِىْ وَ مِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْطَانٍ مَّرِيْدٍ وَ مِنْ شَرِّ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ o فَاِنْ تَوَلَّوْ فَقُلْ حَسْبِىَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ o اِنَّ وَلِيِّ ـَ اللّٰهُ الَّذِىْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ وَ هُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِيْنَ o

اپنے ایمان، جان، مال، اہل وعیال کی حفاظت نیز حادثات سے حفاظت کے لئے بہترین دعا ہے۔ (از خزینۂ اوراد و وظائف)

حضرت کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر میں یہ دعا نہ پڑھتا تو یہود مجھے جادو کے زور گدھا بنا دیتے۔

اَعُوْذُ بِوَجْهِ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ الَّذِىْ لَيْسَ شَىْءٌ اَعْظَمُ مِنْهُ وَ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ الَّتِىْ لَا يُجَاوِزُ هُنَّ بَرٌّ وَّ لَا فَاجِرٌ وَ بِاَسْمَاءِ اللّٰهِ الْحُسْنٰى كُلِّهَامَا عَلِمْتُ مِنْهَا وَ مَا لَمْ اَعْلَمْ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَ بَرَاءَ وَ ذَرَاءَ. (مومن کا ہتھیار تالیف محمد یونس ابن حضرت مولانا محمد عمر پالنپوری ص ۸۸)

حضرت طلقؒ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضرت ابو درداءؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا آپ کا مکان جل گیا، فرمایا نہیں جلا، پھر دوسرے شخص نے بھی یہی اطلاع دی تو فرمایا نہیں جلا، پھر تیسرے شخص نے یہی خبر دی آپؓ نے فرمایا نہیں جلا۔ پھر ایک اور آدمی نے آکر اطلاع دی کہ اے ابودردا! آگ

کے شرارے بہت بلند ہوئے مگر جب آپ کے مکان تک آگ پہنچی تو بجھ گئی۔فرمایا مجھے معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کرے گا (کہ میرا مکان جل جائے) کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص صبح کے وقت یہ کلمات پڑھ لے شام تک اُس کو کوئی مصیبت نہیں پہنچے گی، میں نے صبح یہ کلمات پڑھے تھے اس لئے مجھے یقین تھا کہ میرا مکان نہیں جل سکتا۔ وہ دعا یہ ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اَنْتَ ، عَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَ اَنْتَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ مَا شَاءَ اللّٰهُ کَانَ وَ مَا لَمْ یَشَاءُ لَمْ یَکُنْ وَ لاَ حَوْلَ وَ لاَ قُوَّةَ اِلاَّ بِا للّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلیٰ کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وَ اَنَّ اللّٰهَ قَدْاَحَاطَ بِکُلِّ شَیْءٍ عِلْماً. اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ وَ مِنْ شَرِّ کُلِّ دَابَّةٍ اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِیَتِهَااِنَّ رَبِّیْ عَلیٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ.

(مسنون دعائیں صفحہ ۱۴۳،۱۴۴ بحوالہ حصن حصین)

☆☆☆☆☆☆☆

صفحہ ۲۷ سے آگے:

۶ بجے labor room لے جایا گیا تو میں نے باہر جا کر سورۃ یٰسین کی تلاوت شروع کی اور امی نے کمرے میں نوافل شروع کر دیئے۔تھوڑی دیر گزری تھی کہ خوش خبری آئی کہ اللہ نے بیٹا دیا ہے۔نرسز نے کہا کہ ہمیں منع کیا گیا ہے کہ بچے کو نہلائیں۔اسلئے میں نے ہسپتال ہی میں پانی گرم کرنے کا بندوبست کروایا اور بچے کو غسل دیا۔پھر بچے کے جسم کو ماں کی جسم سے لگایا۔اور بچے نے فوراً دودھ پینا شروع کر دیا۔اسی وقت میں نے بچے کے کان میں اذان دی۔اللہ کا احسان کہ گھر والی نے آرام سے ۲۴ مئی کو امتحان میں حصہ لیا اور تسلی بخش پرچے کیئے۔

اگر اللہ کی مدد ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہم کی رہنمائی کی صورت میں نہ ہوتی تو آج ہمارا بیٹا وقت سے پہلے (premature) پیدا ہوتا، بیوی آپریشن کی مصیبت سے گزرتی، آئندہ کے لئے فطری طریقے سے پیدائش کے امکانات کم ہوجاتے، کئی ہفتے بیوی کو آرام کی ضرورت ہوتی، خرچہ زیادہ ہوتا اور کئی مصیبتوں کا شکار ہوتے۔

☆☆☆☆☆☆☆

ملفوظاتِ شیخ (حضرت ڈاکٹر فدا محمد دامت برکاتہم)

(ظہور الٰہی فاروقی صاحب)　　(قسط نمبر:۲۲)

عبادت بلاواسطہ اور عبادت بالواسطہ:

فرمایا کہ عبادت کی دو قسمیں ہیں، ایک عبادت بلاواسطہ (Direct عبادت) اور ایک عبادت بالواسطہ (Indirect عبادت)۔ عبادت بلاواسطہ کے متعلق امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ وہ یہ چیزیں ہیں، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، ذِکر، تلاوت، اعتکاف، مراقبہ، دعا، خدمتِ خلق اور جہاد۔ جہاد میں اعلائے کلمۃُ اللہ کی ساری کوششیں آجاتی ہیں، تصنیف و تالیف، درس و تدریس، دعوت و تبلیغ، بیعت و تلقین، قانون و آئین کی سیاسی سرگرمیاں اور قتال۔

عبادت بالواسطہ (Indirect عبادت) بقائے ذاتی اور بقائے نوعی کے سارے کام ہیں کیونکہ ان پر دارومدار ہے Direct عبادت کا۔ اب Direct یعنی بلاواسطہ عبادات تو مذاہب کی شکل میں اور آسمانی وحی کی شکل میں انسانوں کے سامنے آئیں۔ اور جو Indirect عبادت ہے وہ زمین و آسمان میں غور و فکر کر کے اس سے اپنے لیے وسائل پیدا کرنا ہے۔ اسی سے سائنس وجود میں آئی۔

قرآن کا بیان کیسا آسان:

فرمایا کہ ایک صبح میں علامہ شمس الحق افغانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب دیکھ رہا تھا۔ اس میں انھوں نے لکھا ہے کہ پاکستان و ہندوستان کی جو بارش ہے اس کے لیے اگر سورج نہ ہو اور پانی سے ہم بخارات بنانا چاہیں تو اس کے لیے ساری دنیا کا بجٹ مل کر وہ توانائی نہیں دے سکتا جو کہ کراچی کے سمندر سے پاکستان ہندوستان کے لیے بخارات کو اُٹھا کر ہوا پر سوار کرے، اور پھر اس کو لے کر جانا اور اس کو برسانا پھر اس کے ساتھ دو قسم کے سٹور کرنا ایک برف کی شکل میں سال بھر کے لیے اور ایک بارش کی شکل میں عارضی، ایک درمیانہ قسم کا سٹور چشموں کی شکل میں اور ایک ذرا گہرا سٹور کنوؤں کی شکل میں بنانا۔ اس کو سب سے پہلے قرآن پاک نے چودہ سو سال قبل بیان کیا اور سارے فلسفے جو چل رہے تھے ان کو اُکھاڑ پھینکا، اور ایسے سادہ الفاظ میں ہے کہ اس میں اتنی سائنسی پیچ پیچ کی اور اتنی بحثوں کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

وَ اَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ ۚ وَ مَآ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِيْنَ ۝ (حجر:۲۲)

ترجمہ: اور ہم ہی ہیں ہواؤں کو بھیجتے رہتے ہیں جو بادل کو پانی سے بھر دیتی ہیں پھر ہم ہی آسمان

سے پانی برساتے ہیں، پھر وہ پانی تم کو پینے کو دیتے ہیں اور تم اس کو ذخیرہ کرنے والے نہ تھے۔ (معارف القرآن)

وَ اللّٰهُ الَّذِی اَرۡسَلَ الرِّیٰحَ فَتُثِیۡرُ سَحَابًا فَسُقۡنٰهُ اِلٰی بَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَحۡیَیۡنَا بِهِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا كَذٰلِكَ النُّشُوۡرُ ○ (فاطر:۹)

ترجمہ: اور اللہ ایسا (قادر) ہے جو (بارش سے پہلے) ہواؤں کو بھیجتا ہے پھر وہ (ہوائیں) بادلوں کو اُٹھاتی ہیں، پھر ہم اس بادل کو خشک قطعۂ زمین کی طرف ہانک لے جاتے ہیں (جس سے وہاں بارش ہوتی ہے) پھر ہم اس کے ذریعے سے (یعنی اس بادل کے پانی کے ذریعے سے) زمین کو (نباتات سے) زندہ کرتے ہیں اس کے خشک ہونے کے بعد (اور جس طرح زمین کے مناسب اُس کو حیات عطا فرمائی) اسی طرح (قیامت میں) آدمیوں کا جی اُٹھنا ہے۔ (معارف القرآن)

تین پہلوئوں کا ثواب، اللّٰہ کا حکم پورا کرنا، اس پر جو خرچہ ہوا اس کا ثواب اور اپنی عاجزی کا اللّٰہ کے ہاں اظہار کرنا اس کا ثواب:

فرمایا کہ ہمارے حضرت مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ پٹھوں کی بیماری میں مبتلا تھے، ایک تو فالج ہوتا ہے جس میں اعصاب ختم ہوجاتے ہیں اور ایک اور بیماری ہے جس میں پٹھے آہستہ آہستہ کمزور ہوکر ختم ہوجاتے ہیں جس کو Progressive Muscular Destrophy کہتے ہیں۔ اس کے مختلف علاج کراتے رہتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ اس معذوری کی حالت میں بھی اس بات سے مایوس نہیں ہوں کہ میرا علاج نہیں ہوسکے گا۔ اللہ کی شان کہ انھوں نے ڈاکٹری علاج کرایا، حکیمی علاج کرایا، دَم دُعا وغیرہ کراتے رہے۔ ایک دفعہ جرمنی تبلیغی جماعت میں گئے، جرمنی کی ہومیوپیتھی کی شہرت تھی وہاں پر بھی علاج کروایا۔ اللہ والے لوگ علاج وغیرہ کرانا، اللہ کا حکم پورا کرنے کے لیے اور اس خرچ پر جو ثواب ہو اس کو حاصل کرنے کے لیے اور اپنی معذوری، محتاجی اور فقر اللہ کے حضور ظاہر کرنے کے لیے کیا کرتے ہیں کہ یا اللہ! ہم آپ کے محتاج ہیں اور اس کے نتیجے میں اگر شفاء ہوگئی تو الحمدللہ اور اگر نہ ہوئی تو اتنا عظیم ثواب تو حاصل ہوگیا۔ تین پہلوؤں کا ثواب، اللہ کا حکم پورا کرنا، اس پر جو خرچہ ہوا، اس کا ثواب اور اپنی عاجزی اور فقیری کا اللہ کے ہاں اظہار کرنا اس کا ثواب۔

رُوحانیت اور باطل کا رنگ بھی کچا پکا آتا ھے:

فرمایا کہ آدمی جب کسی کے ساتھ اُٹھتا بیٹھتا ہے، کسی کی فکر کو لیتا ہے، کسی کتاب کو پڑھتا ہے اور کسی ترتیب کو لیتا ہے تو اس کے باطن کا حال بدلنا شروع ہوجاتا ہے۔ ایک حال بدلا ہوا عارضی ہوتا ہے ایک دائمی

ہوتا ہے۔ رُوحانیت کا رنگ بھی کچا اور پکا آتا ہے اور باطل کا رنگ بھی کچا پکا آتا ہے۔ باطل کا کچا رنگ آیا ہوا ہوتا ہے تو بفضلہٖ تعالیٰ اچھی جگہ پر جانے سے دُھل جاتا ہے، صاف ہوجاتا ہے اور آدمی کا پھر نئے سرے سے صبغۃ اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کے رنگ میں رنگ جانے کے حالات ہوجاتے ہیں۔

صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً (البقرہ:۱۳۸)

ترجمہ: ہم (دین کی) اس حالت پر ہیں جس میں (ہم کو) اللہ تعالیٰ نے رنگ دیا ہے اور دوسرا کون ہے جس کے رنگ دینے کی حالت اللہ تعالیٰ سے خوب تر ہو۔

یہ رنگ رنگ جو میں کررہا ہوں یہ ایسے میں نہیں کررہا ہوں، باقاعدہ آیت میں آئی ہوئی بات ہے، صِبْغَةَ اللّٰهِ رنگ اللہ کا، وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَة اور کس کا رنگ بہتر ہے اللہ کے رنگ سے، تو واقعی پکا رنگ وہی ہے۔ ایسے ہی باطل کا جو رنگ چڑھتا ہے وہ بھی پکا ہوجاتا ہے۔

مولوی سمیع اللہ صاحب جب آیا تھا تو بڑے بڑے اس کے بال بنے ہوئے اور گالیاں دیتا تھا اور نعرے لگاتا تھا۔ میں نے ساتھیوں سے کہا کہ یہ مجذوب اور نیم پاگل فقیروں کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے اس کا اثر ہے، اگر ہمارے سلسلے کا رنگ اس نے لینا شروع کیا تو سب سے پہلے زلفیں ہٹائے گا۔ کچھ عرصہ کے بعد ایک دن آیا تو اس نے زلفیں ہٹائی ہوئیں تھیں۔ تو ساتھیوں نے کہا ڈاکٹر صاحب! آپ نے سچ کہا تھا وہی بات ہوئی ہے۔ میں نے کہا کہ اب ذرا اس کے ہوش بحال ہورہے ہیں تو اس کی زلفیں ہٹی ہیں۔ پھر میں نے کہا کہ دوسرے درجے پر یہ گالیاں چھوڑے گا، کچھ دن گزرے تو ساتھیوں نے کہا کہ اب گالیاں نہیں دیتا، تو میں نے کہا کہ ہاں اب یہ اور ہوش میں آرہا ہے۔ پھر میں نے کہا کہ جب پورے ہوش میں آئے گا تو اس کے نعرے بند ہوں گے، آخر اس کے نعرے بھی کم ہوئے۔ ساتھیوں نے کہا کہ عالم ہے، دورۂ حدیث کیا ہوا ہے دورۂ تفسیر کیا ہوا ہے تو اس کو سلسلے کا کامل فیض ہوجائے، میں نے کہا کہ اس کے مکمل فیض ہونے کے حالات نہیں ہیں کیونکہ یہ جو فلاں مولانا صاحب کے ساتھ بیٹھا ہے تو اس کا جو فیض لینے کا خانہ تھا وہ بھر گیا ہے، اب اس میں ہماری کشیدہ کاری کی گنجائش نہیں رہی ہے بس اتنا ہی اس کا ہوسکتا تھا اس کے بعد اور نہیں ہوگا۔

نئے سائنسی انقلاب کی بنیاد قرآن نے رکھی:

فرمایا کہ نئے سائنسی انقلاب کی بنیاد قرآن نے رکھی اور انسان کو بتایا کہ اُوپر خالق ہے اور نیچے تو اشرف المخلوقات اور تُو سب سے زیادہ اعلیٰ و برتر (Superior) ہے اور کائنات تیری خادم ہے۔ سانپ تیرا خدا

نہیں ہے، پہاڑ تیرا خدا نہیں ہے، دریا تیرا خدا نہیں ہے بلکہ یہ سب مخلوقات ہیں اور تیرے غور کرنے کے لیے ہیں اور تیرے تسخیر کرنے کے لیے ہیں۔تو انسان کے ذہن پر صدیوں سے جو تالا پڑا ہوا تھا وہ کھلا اور انسان نے غور و فکر شروع کیا۔اب قرآن کا اور مسلمانوں کا سائنس کے ساتھ ٹکراؤ کیوں نہیں آیا؟ اس میں ایک بات بنیادی کردار ادا کرتی ہے، وہ یہ ہے کہ مسلمان علماء نے اس بات کو واضح طور پر بتایا کہ قرآنِ پاک سائنس کی کتاب نہیں ہے ۔قرآن پاک کا تعارف اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی کتاب کے طور پر کرایا ہے اور اس ہدایت کی کتاب نے اپنے مضمون کو آیاتِ آفاقی اور آیاتِ انفسی کی شکل میں ضرور بیان کیا ہے۔آیاتِ آفاقی قرآن پاک کی وہ آیات ہیں جو کائنات میں بکھرے ہوئے حقائق کو بطور مثال سامنے رکھ کر اپنے ہدایت کے مضمون کو بیان کر رہی ہیں اور آیاتِ انفسی قرآنِ پاک کی وہ آیات ہیں جو انسان کے اپنے اندر اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں ان کو بطور مثال سامنے رکھ کر اپنا مضمون ذہن نشین کرا رہی ہیں۔

شیطانی اثرات:

فرمایا کہ بعض اوقات باوجود گناہ اور معصیت کے کیفیتِ رقت وسوز وگداز زائل نہیں ہوتی، اس کو غیر محقق آدمی یوں سمجھتا ہے کہ ہمارے باطن پر اثر نہیں آیا۔یہ دراصل نفسانی کیفیات ہوتی ہیں جو بنیادی طور پر مقبولیت اور رضائے الٰہی کی علامت نہیں ہوتی ہیں۔اس طرح کی کیفیات جو گناہ اور معصیت کے ساتھ باقی رہیں تو یہ شیطانی اثرات ہوتے ہیں کیونکہ شیطان نے اللہ تعالیٰ سے مانگ کر قوت تصرف اور قوت تلبیس حاصل کی ہوئی ہے۔چنانچہ بعض لوگ اس کے اتنے قریبی ہوتے ہیں کہ ان کی مدد کے لیے انسانی شکل میں متشکل ہو کر آتا ہے، جس طرح کہ ابوجہل کی مدد کے لیے بدر کی جنگ میں آیا ہے۔بنی ثقیف کے سردار...سراقہ بن مالک کی شکل میں آیا ہوا تھا اور بدر کی جنگ میں مشورے دے رہا تھا۔شیطان کا مشاہدہ اور کشف بہت زیادہ ہے۔جس طرح کہ اولیاء اللہ ہوتے ہیں اسی طرح اولیاء الشیطان بھی ہوتے ہیں۔اولیاء الشیطان کا جملہ قرآن مجید میں آیا ہوا ہے۔

قرآن پاک نے توحید کا مضمون چار واسطوں سے بیان کیا ہے:

فرمایا کہ قرآنِ پاک نے توحید کا مضمون چار واسطوں سے بیان کیا ہے، آیاتِ آفاقی ، آیاتِ انفسی، تذکیر بآلاء اللہ اور تذکیر بایام اللہ۔آیاتِ آفاقی میں کائنات میں بکھری ہوئی اللہ تعالیٰ کی نشانیاں بیان ہوئی ہیں جس کے بارے میں آیت میں فرمایا گیا ہے:

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِى الْاٰفَاقِ

ترجمہ: ہم عنقریب انکو اپنی (قدرت کی) نشانیاں ان کے گرد و نواح میں بھی دکھا دیں گے۔

آیاتِ انفسی میں انسان کے اپنے بدن میں جو اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں ان کو لیا گیا ہے۔

وَ فِیۡۤ اَنۡفُسِہِمۡ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَہُمۡ اَنَّہُ الۡحَقُّ (حم السجدہ:۵۳)

ترجمہ: اور خود ان کی ذات میں بھی یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ وہ قرآن حق ہے۔

تذکیر بایام اللہ میں گزشتہ قوموں کے واقعات سنا کر اور تذکیر بآلاء اللہ میں انسان پر اللہ تعالیٰ کے احسانات کا تذکرہ کر کے ہدایت کے مضمون کو بتایا گیا ہے۔

عقیدے کا ضائع ہونا اور اللہ کی رحمت سے دُور ہونا بہت بڑا نقصان ہے:

فرمایا کہ یہاں انجینیئرنگ یونیورسٹی کے ایک پرنسپل ہوتے تھے، وہ ہومیو پیتھک کا شوقیہ علاج کیا کرتے تھے، انھوں نے بھی حضرت مولانا صاحبؒ کا علاج کیا۔ حضرت مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑی قدردان شخصیت کے مالک تھے، ان کا دل چاہا کہ ان کو بھی کوئی اس کا معاوضہ دیا جائے۔ وہ معالج... فقیر منش آدمی تھے پیسے وغیرہ کا لالچ نہیں کیا کرتے تھے، خدمت خلق کے جذبے سے کرتے تھے۔ خود ان کا اور ان کے مُریدوں کا پُرانی پُرانی گاڑیاں چلانا اور نئی گاڑیاں نہ لینا عاجزی کے اظہار کے لیے ہوتا تھا۔ لیکن یہ صاحب نماز، روزہ کے تارک تھے اور ظاہری شریعت پر عمل نہیں کرتے تھے۔ حضرت مولانا صاحبؒ کا دل چاہا کہ ان کی بھی خدمت ہو، اور وہ اس صورت میں ہو کہ یہ نماز، روزہ شروع کر دیں یعنی اس فرقۂ باطنیہ کی ترتیب سے ہٹ کر شریعت کی ظاہری ترتیب پر آجائیں کہ نجات تو بغیر ظاہری شریعت کے نہیں ہوتی۔

باطنی ایک فرقہ گزرا ہے جو کہ ظاہری اعمال ترک کر دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ آدمی کی نجات صرف باطنی اعمال پر ہو جاتی ہے۔ ان صاحب کا مُرید ہونے کے وقت لوگ نماز، روزے والے ہوتے تھے اور پرانے مُرید آپس میں ہنستے تھے کہ نئے مُرید ابھی پہنچے نہیں ہیں۔ کچھ عرصہ کے بعد واقعی وہ ذِکر میں رونا شروع کر دیتے تھے، اللہ رسول کا نام لے کر رونا شروع کر دیتے تھے، تو یہ کہتے تھے کہ اب پہنچ گیا ہے، ایسا آدمی نماز، روزہ چھوڑ دیا کرتا تھا (نعوذ باللہ)، ان کا یہ خیال تھا کہ اب اس کی ضرورت نہیں رہی ہے۔ حضرت مولانا صاحبؒ کا جذبہ ہوا کہ اس جہالت سے ان کو نکالیں کیونکہ عقیدے کا ضائع ہونا اور اللہ کی رحمت سے دُور ہونا بہت بڑا نقصان ہے، ان کو حضرت شاہ عبدالعزیز دعا جو دہلویؒ سے ملایا۔ حضرت اس کے باطن پر متوجہ ہوئے، جب وہ چلے گئے تو شاہ صاحبؒ نے حضرت مولانا صاحبؒ سے فرمایا کہ یہ وہاں تک پہنچ گیا ہے کہ اس کا واپس آنا مشکل ہے، واقعی پھر اسی حال پر ان کی موت بھی ہوئی۔ (جاری ہے)

زچگی کی کوتاہیاں

(ڈاکٹر ارشاد صاحب، ایسوسیٹ پروفیسر، انجینئرنگ یونیورسٹی، پشاور)

میرے حضرت حاجی ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہم کا بیان ہو رہا تھا۔ بیان کے دوران حاجی صاحب نے کسی نوعمر ساتھی سے پوچھا کہ Cesarian کسے کہتے ہیں؟ اسے معلوم نہیں تھا۔ میں نے یہ سن کر سر نیچے کر دیا کیونکے مجھے خود بھی اس کے بارے میں معلومات نہیں تھیں۔ اس وقت میری شادی نہیں ہوئی تھی۔ ڈاکٹر صاحب بیان کے دوران جلال میں آئے۔ اور فرمایا کہ جس گھر میں ٹی وی (TV) نہیں اسکے بارے میں یہ فقیر کہتا ہے کہ اس کے بچے آپریشن (Cesarian) سے نہیں ہونگے بلکہ فطری طریقہ سے ہونگے۔ یہ بات میرے ذہن میں کندہ ہوگی۔ میں ۲۰۰۵ میں اٹلی میں تھا PhD کے سلسلے میں۔ وہاں ہاسٹل میں دنیا کے کئی ممالک کے طالب علم تھے اور وہ تین منزلہ ہاسٹل تھا۔ صرف نیچے کی منزل میں ایک کمرہ تھا جس میں طالب علموں کے لئے TV رکھا ہوا تھا۔ میری چھ مہینوں کی رہائش میں صرف ایک بار وہاں سے طالب علموں کی آوازیں سننے میں آئی۔ مجھے بہت تعجب ہوا کہ آج کیا خاص بات ہے۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ اٹلی کا فٹبال football کا مقابلہ ہے جو وہ لوگ بہت شوق سے دیکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ کمرہ عموماً سنسان ہی ہوتا تھا۔ ۲۰۰۶ میں میں کینیڈا میں تھا۔ وہاں میں جن کے ساتھ رہ رہا تھا وہ دو جوان کینیڈین تھے۔ ۲۲ سال عمر کا ایک لڑکا اور ایک لڑکی۔ وہ لڑکا Buisness کا طالب علم تھا اور ہوائی جہاز کو اڑانا بھی سیکھ رہا تھا اور وہ لڑکی nurse تھی۔ ہمارا باورچی خانہ، غسلخانہ، اور ڈرائینگ روم مشترکہ تھا۔ گھر میں صرف ایک ہی TV تھا جو ڈرائنگ روم میں پڑا تھا۔ میں نے انھیں بہت کم TV دیکھتے ہوئے دیکھا۔ میں نے ایک بار ان سے اس کی وجہ پوچھی تو انھوں نے کہا کہ ان TV میں آنے والوں کو تو بولنے کے پیسے ملتے ہیں مگر ہمیں سننے کا کیا ملتا ہے۔ کاش ہمیں بھی اپنے وقت کی قدر ہوتی۔ ڈاکٹر صاحب نے ایک دن فرمایا کہ ہم جب مولانا اشرف صاحبؒ کے ساتھ کھانا کھاتے اور کھانے کے بعد دسترخوان پر جو کھانے کے ذرات اور جلی روٹی کے ذرات رہ جاتے تو ان سب کو اکھٹا کر کہ باہر چونٹیوں کی نیت کر کے کیاری یا دیوار کے پاس گرانے کا حکم فرماتے۔ جس چیز کو لوگ اتنا معمولی سمجھتے ہیں اسکے بارے میں اتنی احتیاط ہے تو وقت جیسی بیش بہا نعمت کو گھنٹوں گھنٹوں TV کی نذر کرنا کتنی بے قدری ہے۔ اور TV سے ہونے والی بدنظری، کافروں کی فحش

تہذیب، اور مسلمانوں کے خلاف منفی پروپیگنڈا کے اثرات تو اس سے بھی بڑھ کر ہیں۔

جولائی ۲۰۰۹ میں میری شادی ہوئی۔ دو مہینوں بعد رمضان مبارک کا مہینہ تھا۔ میں حاجی صاحب کے ساتھ اعتکاف میں تھا، اللہ تعالیٰ نے اعتکاف کی برکت سے بچے کی امید دی۔ اور اسی سال اللہ نے دونوں میاں بیوی کو حج کی دولت نصیب فرمائی۔ ڈاکٹر صاحب نے مجھ سے فرمایا تھا کہ دورانِ حمل اہلیہ کا معائنہ تیسرے، چھٹے، اور نوے مہینے میں کرانا ہوتا ہے۔ مگر گھر کی طرف سے ہر وقت معائنہ کا مطالبہ ہوتا اور میں اس میں تاخیر کرنے کی کوشش کرتا۔

جب حمل کی مدت (Gestational age) ۳۲ ہفتے ہوگئی تو بیوی کے کہنے پر الٹراساونڈ (Ultra Sound) کرایا۔ جب گھر والی الٹراساونڈ کر کے نکلی تو نہایت پریشان اور گھبرائی ہوئی تھی۔ کہا کہ ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ بچے کے دماغ (Lateral Ventrical) میں پانی (Cerebrospinal fluid) اپنی مقدار سے زیادہ ہے۔ اگلے ہفتے پھر الٹراساونڈ کے لئے آؤ۔ اگر دماغ کا حجم زیادہ ہوا تو آپریشن کے ذریعے بچے کی پیدائش کرنی ہوگی۔ مجھے ڈاکٹروں کے اس رویئے پھر بہت افسوس ہوا کہ مریضہ کو دہشت دلائی وہ بھی وقت سے پہلے۔ اور ساتھ ہی ساتھ میرے حضرت کی ٹیلی ویژن والی بات بھی دماغ میں آئی۔ کیونکہ ٹی وی (TV) ہم نے نہیں رکھا ہوا تھا اسلئے مطمئن تھا۔ میں نے حاجی صاحب کو الٹراساونڈ کے بارے میں عرض کیا تو انہوں نے میری بات کو کوئی اہمیت نہیں دی بلکہ جواب دینا بھی ضروری نہیں سمجھا۔ جس سے مجھے اور اطمینان ہوا۔ میں نے الٹراساونڈ معائنہ کے سارے کاغذات scan کر کے آئیرلینڈ (Ireland) اپنے ایک دوست ڈاکٹر کے پاس بھجوائے۔ جو اسی شعبے کے ماہر (specialist) ہیں۔ اور مولانا اشرف صاحب کے مرید بھی ہیں باشرع ہیں اور ہمارے ساتھ حج میں بھی تھے۔ انہوں نے بھی تسلی دلائی کہ دماغ کا حجم بالکل معتدل ہے۔ اُن کی بات سے مطمئن ہوکر میں اگلے ہفتے الٹراساونڈ کرنے نہیں گیا۔

حمل کے اٹھتیسویں (38) ہفتے (یعنی تقریباً ساڑھے آٹھ مہینے بعد) میرے گھر والے میری بیوی کو معائنے کے لئے لے گئے۔ میں دفتر میں تھا کہ فون آیا۔ گھر والے اور بیوی انتہائی گھبرائے ہوئے تھے، کہا کہ دماغ کا حجم بڑھا ہوا نہیں بالکل معتدل ہے۔ مگر بچے کو خوراک دینے والی نالی (Umbilical Cord) (ناڑ) بچے کی گردن کے ارد گرد لپٹی ہوئی ہے اور بچے کے دل کی دھڑکن ۱۶۰ فی منٹ ہے جو

زیادہ ہے۔ ابھی فوراً ہی داخل کرنا پڑے گا۔ میں نے کہا کہ صبر کرو میں بتاتا ہوں۔ میں نے فوراً حاجی صاحب کو فون کیا۔ اور جیسے ہی بات کی تو فرمایا کہ کوئی فکر کی بات نہیں۔ خوراک کی نالی کا گردن کے ارد گرد لپٹنا ایک معمول ہے۔ اور رحم میں بچے (Fetus) کے دل کی دھڑکن ۱۱۰ سے ۱۶۰ تک ہوتی ہے۔ میں یہ سن کر مطمئن ہوگیا۔ گھر والے میرا بے تابی سے انتظار کر رہے تھے۔ میں نے فوراً انہیں فون کیا اور کہا کہ اسی وقت گھر جاؤ اور گھر جا کر بے فکر ہو جاؤ۔ یہ سن کر سب بڑے حیران ہوئے۔ میں نے اسی وقت معائنہ کہ سارے کاغذات scan کر کے ائیرلینڈ Ireland اپنے اسی دوست ڈاکٹر کے پاس بھجوائے۔ جب میں گھر پہنچا تو گھر میں ایک واویلا مچا تھا۔ ہر کوئی آپریشن کا کہہ رہا تھا۔ اللہ کی شان کہ اسی وقت Ireland سے فون آیا اور وہی باتیں کی جو حاجی صاحب نے کی تھیں۔ اس سے گھر والے کچھ مطمئن ہو گئے اور میں نے بھی سکون کا سانس لیا۔

پھر میں نے internet اور دوسرے ذریعوں سے Cesarian اور بچے کو پیدائش کے بعد اسے غسل دینے کے بارے میں کچھ تحقیق شروع کی۔

آپریشن کرنے کی کچھ حقیقی وجوہات ضرور ہیں مگر آجکل cesarian اکثر کسی حقیقی (medical) وجہ کے بغیر ہوتا ہے۔ بین الاقوامی سطح پر اس کی جو وجوہات بیان کی جاتی ہیں وہ یہ ہیں۔

۱۔ آپریشن (cesarian) کی فیس قدرتی پیدائش کی فیس سے کہیں زیادہ ہے۔ پشاور میں اوسط درجے والے ہسپتال میں فطری پیدائش کی فیس ۶۰۰۰ روپے اور آپرشن کا ۶۰۰۰۰ روپے ہے۔

۲۔ فطری پیدائش پر آٹھ سے بارہ گھنٹے لگتے ہیں اور آپریشن پر دو گھنٹے۔ بارہ گھنٹے کی نگرانی کی تکلیف ڈاکٹر کو گوارا نہیں ہے۔

۳۔ فطری پیدائش دن رات کو کسی بھی وقت ہو سکتی ہے جو ڈاکٹر کے روزمرہ معمول کے خلاف ہوتی ہے۔ جبکہ آپریشن ڈاکٹر اپنی سہولت کے مطابق کسی بھی وقت کر سکتا ہے۔

ایک دن حاجی صاحب نے کسی سے فرمایا اور میں نے بھی کان لگا کہ سنا کہ آجکل جو پیدائش کے بعد بچوں کو غسل نہیں دیتے یہ سنت کے خلاف ہے۔ نیم گرم پانی سے بچے کو غسل دینے کی بجائے ایک گیلے سفنج سے صاف کرتے ہیں۔ جو بچے کے لئے نقصان دہ ہے کیونکہ سفنج ٹھنڈا ہوتا ہے جبکہ نیم گرم پانی بدن کے درجہ حرارت کے مطابق ہوتا ہے۔ انہوں نے مزید فرمایا کہ سنت پر عمل نہ کرنا محرومی ہے اور ترک سنتِ مؤکدہ کو

عادت بنانا گناہ کبیرہ ہے جبکہ سنت کو بحیثیت مجموعی ترک کر دینا اور یہ خیال رکھنا کہ دین میں سنت کوئی ضروری چیز نہیں کفر کی بات ہے۔ میں نے اس بارے میں اپنے آئرلینڈ کے دوست کو لکھا۔ اسکے علاوہ کینڈا میں ایک کینڈین لڑکی جو آجکل Toronto میں ایک ہسپتال میں نرس ہے اور Gynae ward میں ہوتی ہے سے بھی استفسار کیا۔ تو اسنے کافی تفصیل سے مجھے زچہ و بچہ کے بارے میں معلومات فراہم کیں۔ جس کے مطابق نوزائیدہ بچے کو نیم گرم پانی سے نہلانے کو گیلے سفنج سے صاف کرنے کے مقابلے میں ترجیح دی گی ہے۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ بچے کو نہلانے کے بعد بچے کے جسم کی درجہ حرارت کو معتدل کرنے کے لئے بہتر طریقہ یہ ہے کہ بچے کے جسم کو ماں کے جسم سے لگایا جائے (Skin to Skin Contact) اور اگر یہ کام پیدائش کہ ایک گھنٹے کے اندر اندر کیا جائے تو زچہ و بچہ کے جسم میں ایک خاص قسم کے ہارمون خارج ہوتے ہیں جس سے ماں کے سینوں میں دودھ بھر آتا ہے اور بچے کو بھی دودھ پینے کا شوق ہو جاتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ زچہ و بچہ میں ایک خاص قسم کا بندھن (bond) قائم ہو جاتا ہے۔

میری بیوی کے BA کے امتحانات ۲۴ مئی کو شروع ہو رہے تھے۔ وہ بڑی فکر مند ہوتی تھیں کہ امتحانات اس سے رہ جائینگے۔ اور اگر آپریشن بروقت ہو جائے تو امتحانات میں حصہ لے سکے گی۔ مگر میں کہتا کہ امتحانات کے لئے میں آپرشن کی اجازت نہیں دے سکتا، انشاء اللہ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ امتحانات سے کچھ دن پہلے یعنی ۲۰ مئی کو معائنہ کے لئے لے گئے یہ حمل کا نواں مہینہ تھا (یعنی ۴۰ ہفتوں سے کچھ کم)۔ ڈاکٹر نے کہا حمل کی مدت مکمل ہو چکی ہے اسلئے induced labor یعنی جبراً بچے کی پیدائش کرنی ہوگی اور اگر یہ ناکام ہوا تو پھر آپریشن۔ میری تحقیق کے مطابق حمل کے ۴۲ ہفتوں بعد post-term شروع ہوتا ہے یعنی حمل کا دورانیہ پورا ہو جاتا تھا۔ اس کے بعد زچگی میں مشکلات ہوسکتی ہیں۔ ابھی کم از کم ایک ہفتہ اور بھی انتظار کر سکتے تھے کیونکہ وقت تو تھا اسلئے مجھے جبراً پیدائش بھی منظور نہیں تھی۔ ہم گھر واپس پریشانی کی حالت میں آرہے تھے۔ کہ اللہ کی شان کہ راستے ہی میں قدرتی پیدائش کے اثرات نمایاں ہوئے۔ اسی دن جمعہ کی رات ۸:۳۰ بجے ہسپتال میں مریضہ کو داخل کیا۔ مغرب، عشاء اور صبح کی نمازیں بیوی نے اسی درد کی حالت میں پڑھیں۔ میں نے باہر جا کر ہسپتال کے عملے کو اکٹھا کیا اور صبح کی نماز باجماعت پڑھائی۔ سلام پھیرتے ہی اطلاع آئی کہ گھر والی کو شدید درد شروع ہو گیا ہے۔ تقریباً ۵ سے ۶ بجے صبح تک سخت درد کی حالت میں میں اس کے ساتھ تھا۔ (باقی صفحہ ۱۸ پر)

عید کی نماز (قسط۔٦)

(مفتی شوکت صاحب، صوابی)

جب یہ مسئلہ واضح ہو گیا تو اب دیکھیں گے کہ بعض علماء اور ائمہ مساجد کا عید گاہ میں کسی خاص امام یا ایک دوسرے کے پیچھے نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے اپنی اپنی مساجد میں عید کی نماز پڑھنا عذر شرعی ہے یا نہیں...؟

اگر یہ عذر شرعی کے ضمن میں آ گیا تو ان کا یہ عمل جائز ہوگا، ورنہ نہیں۔ لیکن عذر شرعی وہ کہلائے گا جسے شریعت تسلیم کر لے۔ مثلاً بارش عذر شرعی ہے کیونکہ خود رسول مہربان ﷺ نے بارش کی وجہ سے مسجد نبوی میں نماز عید پڑھائی ہے۔ اسی طرح بیماروں اور ضعفاء کی بیماری، کمزوری اور تکلیف بھی صاف ظاہر ہے کہ شریعت مطہرہ نے ان کو عذر میں شمار کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان صورتوں میں نمازی کے احکام طہارت کے حوالے سے وضوء اور غسل کے بجائے تیمّم پر آ جاتے ہیں اور نماز پڑھتے ہوئے قیام کے بجائے بیٹھ کر پڑھنے کی اجازت شریعت نے دی ہوئی ہے اور جب اس پر بھی قدرت کسی کو نہ ہو تو پھر سر کے اشارہ سے نماز پڑھنے کا حکم ہے۔ اسی طرح دشمن وغیرہ کا خوف بھی شریعت نے تسلیم کرتے ہوئے عذر میں شمار کیا ہے۔ صلوٰۃ الخوف تو قرآنی نص سے ثابت ہے اس کے علاوہ کتب فقہ میں درندہ، دشمن وغیرہ کے خوف کو عذر قرار دیا گیا ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ جن صورتوں کو شریعت نے تسلیم کر کے عذر قرار دئے ہیں، ان میں شرعی عذر کی بنا پر عید کی نماز عید گاہ کی بجائے مسجد میں پڑھنی جائز ہو جائیگی ورنہ نہیں۔

اب آیئے دیکھتے ہیں کہ ایک دوسرے کے پیچھے نماز نہ پڑھنے کے اسباب اور وجوہات کیا ہیں۔۔۔؟ اور پھر ان میں کون کون سے شریعت نے تسلیم کئے ہیں۔۔۔؟ اور پھر کون کون سے شرعی اعذار کے تحت آ کر ان کی وجہ سے نماز عید مسجد میں درست ہو جائیگی۔۔۔؟

(۱) اگر ان کا آپس میں اختلاف مسلک کی بنا پر ہے، کہ ایک مسلک (مثلاً حنفی) کی نماز دوسرے مسلک (مثلاً شوافع) کے پیچھے جائز نہیں ہے۔ اور وہ اس صورت میں کہ شوافع حضرات کے نزدیک بدن کے کسی حصے سے نکل کر بہتا ہوا خون ناقض الوضوء نہیں ہے جبکہ احناف کے نزدیک جب مخصوص شرائط کیساتھ خون بدن سے نکل جائے تو اس سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔ اب اگر دوران نماز کسی کے بدن سے خون نکل کر بہہ جائے تو احناف کے نزدیک وضوء ٹوٹنے کی وجہ سے نماز فاسد ہو سکتی ہے جبکہ حضرات شوافع کے نزدیک نماز پر کوئی

اثر نہیں پڑتا ہے۔لہٰذا شریعت بیضاء نے دونوں فقہاء کے موقف کو درست قرار دیتے ہوئے ان حضرات کے پیروکاروں (مقلدین) کو یہ اجازت دی ہے کہ اگر ایک امام (مثلاً شوافع میں سے ہو) دوسرے مسلک (یعنی مسلک حنفی) کی رعایت وضوء کے معاملے میں نہیں کرتا ہے، تو اسی بنیاد پر اگر دونوں کی جماعت علیحدہ علیحدہ ہوجائے تو بالکل درست ہے۔

(۲) لیکن اگر یہ اختلاف ''ہم مسلک'' کے ہوتے ہوئے محض چند مسائل میں ایک جانب سے غلو کی بنیاد پر ہو تو اس صورت میں شریعت ''غالی'' کا یہ تشدد غیر معتبر قرار دیتی ہوئی اختلاف کی اجازت ہرگز نہیں دیتی، بلکہ اس کو ''اختلاف مذموم'' کے زمرے میں ڈال کر اس کی تردید کرتی ہے۔ جب اس کو شریعت تسلیم ہی نہیں کرتی تو اس پر مرتب ہونے والے نتائج کو ''عذر شرعی'' کی فہرست میں جگہ کیسے ملے گی۔ لہٰذا اسی بنیاد پر ایسے لوگوں کی نماز عید علاقے کے عام علماء سے ہٹ کر علیحدہ اپنی اپنی مساجد میں پڑھنا خلاف سنت ہی ٹھہرے گا۔ ہاں ایسا شخص جو عقیدۃ اور عملاً کسی حقیقی بدعت کا دائمی مرتکب ہو تو اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا شریعت میں درست نہیں ہے۔ اب یہاں شریعت صحیح العقیدہ مقتدی کو یہ اجازت دیتی ہے کہ وہ گمراہ امام کی جماعت میں شریک نہ ہو۔

لہٰذا اب عیدگاہ میں اگر امامت کیلئے کوئی ایسی شخصیت منتخب ہو۔ اور اس کی وجہ سے لوگ عیدگاہ میں نماز پڑھنا نہیں چاہتے تو یہ شرعاً معتبر ہو کر درست ہوگا۔ مگر اس صورت میں بھی مسنون اور شرعی طریقہ یہ ہوگا کہ اہل سنت والجماعت کے صحیح العقیدہ لوگ علاقہ میں کسی دوسری جانب ایک کھلا میدان عید کی نماز پڑھنے کیلئے منتخب کریں۔ اور مساجد میں جدا جدا پڑھنے کی بجائے اس میدان میں پڑھے۔

خلاصہ یہ کہ اگر کہیں پر ''امام کے بدعتی ہونے'' کا عذر متحقق ہوجائے تو تعدد مقامات کے حوالے سے یہ عذر شرعی میں داخل ہو کر اس کی وجہ سے تعدد عیدگاہ کا جواز تو ثابت ہوسکتا ہے، لیکن علاقے میں اگر دوسرے میدان کا بندوبست ہوسکتا ہو تو مساجد میں نماز عید کیلئے اس کا ''عذر شرعی'' ہونا اب بھی ثابت نہیں ہوگا۔ کیونکہ مساجد میں نماز عید کا جواز صرف اس عذر پر موقوف ہے جو کہ خروج میں مؤثر ہو۔ اور یہاں خروج میں نہیں بلکہ ''بدعتی امام'' کے حوالے سے عذر لاحق ہے۔ اور ظاہر ہے کہ صحیح العقیدہ امام کا انتخاب کرکے دوسرے مقام میں اس عذر کا ارتفاع کیا جاسکتا ہے۔ ہاں اگر دوسرا مناسب میدان میسر نہ ہو تو اس صورت میں ظاہر ہے کہ مسجد میں پڑھنا جائز ہوجائے گا۔

(۳) اور اگر یہ اختلاف (خدانخواستہ) آپس میں ''انانیت'' اور ''تکبر'' کی بنیاد پر ہو، کہ میرے لئے مناسب نہیں ہے کہ میں فلاں کے پیچھے عید کی نماز پڑھ لوں۔ تو کس پر اس عمل کا خلافِ شریعت ہونا مخفی ہوگا۔۔۔؟ کیا کسی مولوی صاحب کا یہ اختلاف شریعت تسلیم کرلیگی۔۔۔؟ شمس نیم روز سے زیادہ واضح ہے کہ محض ''انا'' کی وجہ سے ایک شخص کا دوسرے کے پیچھے نماز (پھر وہ بھی عید کی نماز جس میں مطلوب ہی اجتماعیت ہے) نہ پڑھنے کی اجازت شریعت ہرگز نہیں دیتی۔ اور جب شرعاً یہ عمل جائز ہی نہیں ہے تو اس کا اعتبار کہاں رہا۔۔۔؟ لہٰذا اس بنیاد پر تو بطریقہ اولیٰ عیدگاہ کے بجائے مساجد میں نماز عید پڑھنا شرعی عذر سے خارج ہوکر خلاف سنت ہوگا۔

خلاصہ کلام یہ کہ اگر اختلاف کسی ایسی وجہ سے ہو جس کو شریعت نے معتبر قرار دیکر اس کے سبب سے علیحدہ نماز پڑھنے کی اجازت دی ہو، تو اس صورت میں ایک عیدگاہ میں نماز عید پڑھنا ضروری نہیں ہوگا۔ اور اگر اختلاف کی بنیاد کوئی ایسی بات ہو جسکو شریعت میں کوئی حیثیت کیا؟ الٹا شریعت نے اس پر نکیر فرمائی ہو تو وہ اختلاف غیر معتبر ہوکر اس کی بنیاد پر عیدگاہ کے بجائے مساجد میں علیحدہ علیحدہ نماز عید پڑھنا خلاف سنت ہوکر بطریقہ اولیٰ مکروہ ہوگا۔

عید گاہ کیا ھے؟

اب سوال یہ ہے کہ آج کے دور میں جبکہ ایک آبادی بڑھ رہی ہے دوسری طرف مہنگائی زوروں پر ہے لہٰذا جب ایسے حالات ہوں تو ایسے طریقہ پر کیسے عمل کیا جائے کہ ایک شہر کے سب لوگ ایک ہی جگہ اکٹھے ہوکر نماز ادا کرسکیں۔ کیونکہ اس مقصد (یعنی باقاعدہ عیدگاہ بنانے) کیلئے اگر ایک طرف کافی زمین درکار ہوگی تو دوسری طرف اس کی تعمیر اور دیکھ بھال کیلئے کثیر مقدار میں رقم کی بھی ضرورت ہوگی۔ اور غالباً اس پریشانی کی وجہ سے آج ہم لوگ اس طرف توجہ نہیں دے رہے ہیں۔ حتیٰ کہ آج دنیائے اسلام کے مسلمانوں کی اکثریت اس سنت متوارثہ سے محروم ہوگئی۔ اور یوں ایک ایک محلّہ میں تین تین جماعتیں ہونے لگیں۔ لہٰذا جب ہماری حالت یہ ہوگئی تو اب ہم مذکورہ بالا احادیث اور فقہاء و مفتیان امت کے ذکر کردہ مسئلے کی بناء پر شریعت اور سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنے دور چلے گئے۔

حالانکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے جسکی وجہ سے ہم اس عظیم سنت سے محروم ہورہے ہیں۔ کیونکہ اگر احادیث اور فقہاء کی تصریحات پر ذرا بھی غور کیا جائے تو ہم پر یہ حقیقت منکشف ہوجائے گی کہ نماز عید

کے مسنون طریقے کیلئے اتنے لمبے چوڑے اہتمام کی ضرورت نہیں، کہ ایک شہر والے پہلے ایکڑوں کی زمین خریدیں اور پھر اس کی تعمیر کی پریشانیوں پڑ جائیں۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ محض شہر سے باہر صحرا یا میدان کی طرف نکل کر نماز عید ادا ہو سکتی ہے۔ کیونکہ احادیث میں جبانہ (بمعنی صحرا و میدان) کے الفاظ منقول ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے اکابر حضرات نے اپنے فتاویٰ جات میں اس کی تصریح فرمائی ہے کہ شہر سے باہر کسی بھی میدان میں عید کی نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ بلکہ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں یہاں تک فرمایا گیا ہے کہ شہر سے باہر اگر ایک میدان عیدگاہ کے طور پر استعمال ہو رہا ہو، اور کچھ عرصہ بعد کثرت آبادی کی وجہ سے وہ عیدگاہ شہر کے درمیان آ جائے تو اسکی سنّیت ختم ہو جاتی ہے۔ لکھتے ہیں:

"عیدگاہ قدیم جو کہ مسجد نماز پنجگانہ ہوگئی اور بستی کے اندر آ گئی وہ بحکم جبانہ یعنی صحرا نہیں رہی"

(فتاویٰ دیوبند ۱۹۵/۵)

اس سے معلوم ہوا کہ عیدگاہ کیلئے باہر کھلا میدان ہی کافی ہے۔ اسی طرح مندرجہ ذیل سوال و جواب سے بھی بالکل ظاہر ہے، ملاحظہ ہو:

سوال: عیدگاہ مقررہ کو چھوڑ کر دیگر جگہ سفید میں پڑھنا کیسا ہے، بہتر جگہ کونسی ہے۔۔؟

جواب: عیدگاہ آبادی سے اگر باہر ہو تو اس میں نماز پڑھنی جائز ہے اور آبادی کے اندر ہو اور آبادی سے باہر نماز کے لئے زمین مناسب موجود ہو اور مالک زمین کی اجازت ہو تو باہر عید کی نماز پڑھنی اولیٰ ہے........

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں ایک سوال کے جواب میں لکھا ہے

"مگر سنت یہ ہے کہ عیدین کی نماز باہر جنگل میں جا کر ادا کی جاوے **کما فی الدر المختار والخروج الیھا ای الجبانہ لصلوٰۃ العید سنۃ.** (فتاویٰ دیوبند ج/۵، ص۲۱۰)

قارئین حضرات! اگر ہم اس فتوے پر یا اس قسم کے اور فتاویٰ جات جن میں صحراء، میدان اور جنگل جیسے الفاظ آئے ہیں، ذرا غور کریں تو اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اصل مقصود نماز عید کیلئے آبادی سے باہر نکلنا ہی ہے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل فتویٰ سے بھی واضح ہے۔ ایک اور سوال کے جواب میں لکھا ہے:

"نماز عیدین کیلئے مسنون طریقہ یہی ہے کہ صحرا میں آبادی سے باہر پڑھیں۔۔۔ آگے لکھتے ہیں۔ عیدگاہ قدیم جو کہ مسجد نماز پنجگانہ ہوگئی اور بستی کے اندر آ گئی وہ بحکم جبانہ یعنی صحرا نہیں رہی" (فتاویٰ دیوبند ۱۹۵/۵)

خلاصہ یہ کہ بجائے مساجد کے اگر کوئی ایسی جگہ شہر سے باہر صحرا یا مضافات میں منتخب کی جائے جس میں نماز عید پڑھی جائے تو یہ طریقہ بالکل سنت کے موافق ہوگا۔

یہ اوپر ''عیدگاہ آبادی کے حدود میں اندر آنے'' کے بارے میں فتاویٰ دارالعلوم دیوبند سے جو فتویٰ نقل کیا گیا ہے، کہ جو عیدگاہ شہر یا آبادی کے اندر داخل ہو جائے، تو بحکم عیدگاہ نہ رہا'' اس کے بارے میں عرض یہ ہے کہ یہ ہم نے اس مقصد کیلئے نقل کر دئے کہ عیدگاہ کیلئے اگر کوئی مستقل جگہ نہ بھی ہو تو یہ ضروری نہیں بلکہ شہر سے باہر کھلے میدان میں نماز عید ادا کی جاسکتی ہے۔ اب اگر کسی شہر والوں کا عیدگاہ پہلے شہر سے باہر تھا اور اب وہ شہر کی آبادی کے اندر آجائے، تو بہتر تو یہ ہے کہ اس کے بجائے باہر کھلے میدان میں نکل کر نماز عید پڑھائی جائے۔...... لیکن .... اگر سارے لوگ واقعی اسی عیدگاہ میں اکٹھے ہو کر عید کی نماز پڑھنے کی سعادت حاصل کر رہے ہوں۔ اور اس کو بے جا کر کے عوام کے انتشار اور عذر کا سبب بنتا ہو تو اس صورت میں اگر اس عیدگاہ کو برقرار رکھ کر اس میں سب لوگ عید کی نماز پڑھ لیں، تو رب کریم سے امید ہے کہ ہم کمزوروں سے یہ عمل قبول فرما کر کراہت سے بچائے گا۔ فتاویٰ مفتی محمودؒ میں اسی قسم کی عیدگاہ کے بارے میں استفتاء کیا گیا ہے، جس کا جواب ہم قارئین حضرات کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں:

''شہری حدود میں عیدگاہ کے داخل ہو جانے کے بعد دوسری عیدگاہ بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اسی پہلی عیدگاہ میں ہی پورا ثواب ملے گا انشاء اللہ۔ (فتاویٰ مفتی محمودؒ ج ۲، ص ۵۱۷)

(جاری ہے)

☆☆☆☆☆☆☆

پاکستانی فقراء

پاکستانی فقراء کی مجالس میں یہ بات زیر بحث آتی رہی کہ آئندہ نواز شریف کو کسی دوسری پارٹی کے ساتھ ملا کر اقتدار میں لایا جائے۔ صوبہ سرحد کے لیے ہزارہ پختون خوا کے بجائے خیبر پختون خوا کا نام منظور کر کے موصوف نے اپنا ایک بازو توڑ کر جس سیاسی بصیرت کا مظاہرہ کیا وہ جانے اس کا کام جانے۔ بہر حال قادیانیوں کو بھائی اور پاکستان کا سرمایہ کہہ کر جس بد باطنی، ناپختگی اور سادہ لوحی کا مظاہرہ کیا ہے، یہ بات پاکستانی فقراء کے نزدیک ناقابل معافی ہے۔ پارٹی نے قیادت کی تبدیلی کی سوچ نہ کی تو پارٹی کا مستقبل تاریک ہے۔ (ادارہ)

اللّٰہ تبارک و تعالیٰ کی صفتِ علم:

فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفت علم ہے، اللہ تعالیٰ عالم ہے اور اللہ نے صفتِ علم کا پَرتو اور تجلی زمین پر کی تو اس سے علوم اور حقائق کی شکل میں وہ چیزیں زمین کی طرف آئیں اور اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اس لیے دیں کہ وہ زندگی گزاریں اور مقصدِ پیدائش یعنی اللہ تعالیٰ کی پہچان اور عبادت کو پورا کریں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o

یَا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَۃٍ مِّنْ طِیْنٍ o ثُمَّ جَعَلْنٰہُ نُطْفَۃً فِیْ قَرَارٍ مَّکِیْنٍ o ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَۃَ عَلَقَۃً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَۃَ مُضْغَۃً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَۃَ عِظٰمًا فَکَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ق ثُمَّ اَنْشَئْنٰہُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ o رَبِّ ھَبْ لِیْ مِنَ الصَّالِحِیْنَ o رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْنَ o رَبِّ ھَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ ذُرِّیَۃً طَیِّبَۃً ط اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَاءِ ط یَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنٰثًا وَّیَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرَا ط اِلٰھِی بَحُرْمَتِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ وَ اَھْلِ بَیْتِ الْعِظَّام.

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o

یَا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَۃٍ مِّنْ طِیْنٍ o ثُمَّ جَعَلْنٰہُ نُطْفَۃً فِیْ قَرَارٍ مَّکِیْنٍ o ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَۃَ عَلَقَۃً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَۃَ مُضْغَۃً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَۃَ عِظٰمًا فَکَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ق ثُمَّ اَنْشَئْنٰہُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ o رَبِّ ھَبْ لِیْ مِنَ الصَّالِحِیْنَ o رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْنَ o رَبِّ ھَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ ذُرِّیَۃً طَیِّبَۃً ط اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَاءِ ط یَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنٰثًا وَّیَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرَا ط اِلٰھِی بَحُرْمَتِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ وَ اَھْلِ بَیْتِ الْعِظَّام.

دارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی ترتیب

حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانی پشاوری رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کی روشنی میں تربیتی ترتیب کو تین درجوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

درجہ اوّل: تعلیم الاسلام (مفتی کفایت اللہ صاحبؒ) کا چار پانچ مرتبہ مطالعہ تاکہ مسائل ذہن نشین ہو جائیں، جہاں سمجھ نہ آئے خود فیصلہ کرنے کی بجائے علماء سے پوچھنا، استعداد اچھی ہو تو اپنے گھر یا مسجد میں چند ساتھیوں کے ساتھ مل کر اس کو سبقاً سبقاً پڑھنا۔

اُم الامراض، اکابر کا سلوک و احسان، فیضِ شیخ (حضرت مولانا زکریاؒ)

تسہیلِ قصد السبیل، تسہیل المواعظ، اصلاحی نصاب (دس رسالوں کا مجموعہ از حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)

درجہ دوم: بہشتی زیور، ملفوظاتِ حکیم الامت (مولانا اشرف علی تھانویؒ)، اُسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (حضرت ڈاکٹر عبدالحئیؒ صاحبؒ)، آپ بیتی (حضرت مولانا زکریاؒ)، تذکرۃ الاولیاء (شیخ فریدالدین عطارؒ) اور کیمیائے سعادت (امام غزالیؒ)

درجہ سوم: سلوکِ سلیمانی (حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانیؒ) تربیت السالک، التکشف،

بوادرنوادر، انفاس عیسیٰ، بصائر حکیم الامت (حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)، احیاء العلوم (امام غزالیؒ)

جهری ذِکر کی احتیاط اور طریقه

سارے تصوف کے سلاسل کی طرح ہمارے سلسلہ میں بھی ذِکر کو قلب کی اصلاح میں بطور بنیادی ذریعہ شامل کیا گیا ہے۔ سلسلہ کی ترتیب میں چشتیہ صابریہ جہری طریقہ ذِکر، ضرب کے ساتھ اختیار کیا گیا ہے۔ پہلے درجہ میں صرف سوبار **لا اله الا اللّٰه**، سوبار **الا اللّٰه** اورسوبار **اللّٰه** کا ذِکر کیا جاتا ہے۔ دوسرے اور تیسرے درجہ میں **لا اله الا اللّٰه** دوسوبار، **الا اللّٰه** چارسوبار **اللّٰهُ اللّٰه** چھ سوبار، **اللّٰه** سوبار کی اجازت دی جاتی ہے۔

کتابوں کا مطالعہ تو ہر کوئی کرسکتا ہے جبکہ جہری ذِکر کی ترتیب کے لیے بیعت، مشورہ اور اس کے طریقہ کو بالمشافہ (آمنے سامنے) سیکھنا ضروری ہے، خود سے کرنے میں ذہنی وجسمانی نقصان کا خطرہ ہوسکتا ہے۔

ایک ناقابلِ انکار حقیقت

انسان خدا تعالیٰ کا انکار کرسکتا ہے، رسول کا انکار کرسکتا ہے آخرت کا انکار کرسکتا ہے لیکن ایک ایسی حقیقت جس کا انکار نہیں کرسکتا وہ موت ہے۔

؎ جان جانی ہے جا کر رہے گی موت آنی ہے آ کر رہے گی

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ط وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ

ترجمہ: ہر جی کو چکھنی ہے موت اور تم کو قیامت کے دن پورے بدلے ملیں گے۔ پھر جو کوئی دور کیا گیا دوزخ سے اور داخل کیا گیا جنت میں اُس کا کام تو بن گیا۔

؎ پھول بننے کی خوشی میں مسکرائی تھی کلی کیا خبر تھی یہ تغیر موت کا پیغام ہے

اَلْمَوْتُ قَدَحٌ كُلُّ نَفْسٍ شَارِبُوْهَا وَالْقَبْرُ بَابٌ كُلُّ نَفْسٍ دَاخِلُوْهَا

ترجمہ: موت ایک پیالہ ہے جسے ہر نفس نے پینا ہے اور قبر ایک دروازہ ہے جس سے ہر نفس نے داخل ہونا ہے۔

حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ اُن کے شیخ حضرت شاہ عبدالعزیز دعاجو دہلوی رحمت اللہ علیہ تہجد سے پہلے یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

شب تاریک، رہ باریک، منزل دور، من تنہا دستم گیر یا اللہ!، دستم گیر یا اللہ!

رات اندھیری، راہ ہے ٹیڑھی، منزل دور اور ہم تنہا پکڑیو ہاتھ یا اللہ!، پکڑیو ہاتھ یا اللہ!

بہرحال جن کی آخرت آباد ہے اُن کے لئے تو بشارت ہے:

اَلْمَوْتُ جَسْرٌ یُّوْصَلُ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْب

ترجمہ: موت ایک پُل ہے جو دوست کو دوست سے ملا دیتا ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ ہی شعر پڑھا کرتے تھے:

بلا سے نزع میں تکلیف کیا ہے سکونِ خاطر بھی کم نہیں ہے
کسی سے ملنے کی ہیں اُمیدیں کسی سے چھٹنے کا غم نہیں ہے

یہ عالم عیش وعشرت کا یہ حالت کیف ومستی کی بلند اپنا تخیل کر یہ سب باتیں ہیں پستی کی
جہاں دراصل ویرانہ ہے گو صورت ہے بستی کی بس اتنی سی حقیقت ہے 'فریبِ خوابِ ہستی' کی
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہو جائے

ادارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی سرگرمیاں

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ، جو بندہ کے شیخ حضرت مولانا محمد اشرف صاحب سلیمانی پشاوریؒ اور حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ کے شیخ شاہ عبدالعزیز دعا جو دہلویؒ کی یاد میں قائم ہوا ہے، سالانہ مندرجہ ذیل اصلاحی سرگرمیوں میں مصروف رہتا ہے۔

۱۔ درسِ قرآن: ہفتہ میں چھ دن بعد نماز عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۲۔ مجلسِ ملفوظات: ہفتہ میں سات دن بوقتِ اشراق، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۳۔ مجلسِ ذکر: بروزِ اتوار مغرب تا عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۴۔ مجلسِ ذکر: بروزِ پیر مغرب تا عشاء، مسجدِ نُور، فیز تھری، حیات آباد، پشاور۔

۵۔مجلسِ ذکر: بروزِ منگل مغرب تا عشاء، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۶۔عورتوں کی مجلس: بروزِ ہفتہ عصر تا مغرب، حضرت مولانا اشرف صاحبؒ کے گھر، دھوبی گھاٹ، پشاور یونیورسٹی۔

۷۔جمعہ کا خطبہ: مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۸۔ماہوار اجتماع: اس کے لئے تاریخ مقرر کی جاتی ہے۔اجتماع بروزِ ہفتہ مغرب سے شروع ہو کر بوقت چاشت اتوار کو ختم ہوتا ہے۔مہمانوں کے قیام وطعام کا بندوبست ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔

۹۔رمضان: پہلے بیس دن ہر روز مغرب سے پہلے مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی میں مجلسِ ذکر ہوتی ہے۔مہمانوں کا افطار ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔آخری عشرہ میں تربیتی اعتکاف ہوتا ہے جس میں کثیر تعداد شرکت فرماتی ہے۔

۱۰۔موسمِ گرما کا اجتماع: موسمِ گرما میں شمالی علاقہ جات میں کسی ٹھنڈے مقام پر سالانہ اجتماع منعقد کیا جاتا ہے۔

(ڈاکٹر فدا محمد مد ظلہٗ)

☆☆☆☆☆☆☆

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٥

یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَۃٍ مِّنْ طِیْنٍ ٥ ثُمَّ جَعَلْنٰہُ نُطْفَۃً فِیْ قَرَارٍ مَّکِیْنٍ ٥ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَۃَ عَلَقَۃً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَۃَ مُضْغَۃً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَۃَ عِظٰمًا فَکَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ق ثُمَّ اَنْشَاْنٰہُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ ٥ رَبِّ ہَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ٥ رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْنَ ٥ رَبِّ ہَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ ذُرِّیَّۃً طَیِّبَۃً ط اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَاءِ ط یَہَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنٰثًا وَّ یَہَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرَا ط اِلٰہِی بِحُرْمَتِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ وَ اَھْلِ بَیْتِ الْعِظَّام.

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

یَا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُوَ لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ سُلٰلَۃٍ مِّنۡ طِیۡنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلۡنٰہُ نُطۡفَۃً فِیۡ قَرَارٍ مَّکِیۡنٍ ۝ ثُمَّ خَلَقۡنَا النُّطۡفَۃَ عَلَقَۃً فَخَلَقۡنَا الۡعَلَقَۃَ مُضۡغَۃً فَخَلَقۡنَا الۡمُضۡغَۃَ عِظٰمًا فَکَسَوۡنَا الۡعِظٰمَ لَحۡمًا ق ثُمَّ اَنۡشَاۡنٰہُ خَلۡقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحۡسَنُ الۡخَالِقِیۡنَ ۝ رَبِّ ھَبۡ لِیۡ مِنَ الصّٰلِحِیۡنَ ۝ رَبِّ لَا تَذَرۡنِیۡ فَرۡدًا وَّ اَنۡتَ خَیۡرُ الۡوَارِثِیۡنَ ۝ رَبِّ ھَبۡ لِیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ ذُرِّیَّۃً طَیِّبَۃً ط اِنَّکَ سَمِیۡعُ الدُّعَآءِ ط یَھَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّیَھَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ الذُّکُوۡرَ ط اِلٰھِی بِحُرۡمَتِ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمۡ وَ اَھۡلِ بَیۡتِ الۡعِظَّامِ.

ادارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی ترتیب

حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانی پشاوری رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کی روشنی میں تربیتی ترتیب کو تین درجوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

درجہ اوّل: تعلیم الاسلام (مفتی کفایت اللہ صاحبؒ) کا چار پانچ مرتبہ مطالعہ تاکہ مسائل ذہن نشین ہو جائیں، جہاں سمجھ نہ آئے خود فیصلہ کرنے کی بجائے علماء سے پوچھنا، استعداد اچھی ہو تو اپنے گھر یا مسجد میں چند ساتھیوں کے ساتھ مل کر اس کو سبقاً سبقاً پڑھنا۔

اُم الامراض، اکابر کا سلوک و احسان، فیضِ شیخ (حضرت مولانا زکریاؒ)

تسہیلِ قصد السبیل، تسہیل المواعظ، اصلاحی نصاب (دس رسالوں کا مجموعہ از حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)

درجہ دوم: بہشتی زیور، ملفوظاتِ حکیم الامت (مولانا اشرف علی تھانویؒ)، اُسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحبؒ)، آپ بیتی (حضرت مولانا زکریاؒ)، تذکرۃ الاولیاء (شیخ فریدالدین عطارؒ) اور کیمیائے سعادت (امام غزالیؒ)

درجہ سوم: سلوکِ سلیمانی (حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانیؒ) تربیت السالک، التکشف، بوادرنوادر، انفاس عیسیٰ، بصائرحکیم الامت (حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)، احیاء العلوم (امام غزالیؒ)

جھری ذِکر کی احتیاط اور طریقہ

سارے تصوف کے سلاسل کی طرح ہمارے سلسلہ میں بھی ذِکر کو قلب کی اصلاح میں بطور بنیادی ذریعہ شامل کیا گیا ہے۔ سلسلہ کی ترتیب میں چشتیہ صابریہ جہری طریقہ ذِکر، ضرب کے ساتھ اختیار کیا گیا ہے۔ پہلے درجہ میں صرف سو بار **لاالہ الا اللّٰہ**، سو بار **الا اللّٰہ** اور سو بار **اللّٰہ** کا ذِکر کیا جاتا ہے۔ دوسرے اور تیسرے درجہ میں **لا الہ الا اللّٰہ** دو سو بار، **الا اللّٰہ** چار سو بار **اَللّٰہُ اللّٰہ** چھ سو بار، **اللّٰہ** سو بار کی اجازت دی جاتی ہے۔

کتابوں کا مطالعہ تو ہر کوئی کر سکتا ہے جبکہ جہری ذِکر کی ترتیب کے لیے بیعت، مشورہ اور اس کے طریقہ کو بالمشافہ (آمنے سامنے) سیکھنا ضروری ہے، خود سے کرنے میں ذہنی و جسمانی نقصان کا خطرہ ہو سکتا ہے۔

ایک ناقابلِ انکار حقیقت

انسان خدا تعالیٰ کا انکار کر سکتا ہے، رسول کا انکار کر سکتا ہے آخرت کا انکار کر سکتا ہے لیکن ایک ایسی حقیقت جس کا انکار نہیں کر سکتا وہ موت ہے۔

؎ جان جانی ہے جا کر رہے گی ۔۔۔ موت آنی ہے آ کر رہے گی

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ

ترجمہ: ہر جی کو چکھنی ہے موت اور تم کو قیامت کے دن پورے بدلے ملیں گے۔ پھر جو کوئی دور کیا گیا دوزخ سے اور داخل کیا گیا جنت میں اُس کا کام تو بن گیا۔

؎ پھول بننے کی خوشی میں مسکرائی تھی کلی ۔۔۔ کیا خبر تھی یہ تغیر موت کا پیغام ہے

اَلْمَوْتُ قَدَحٌ کُلُّ نَفْسٍ شَارِبُوْهَا وَالْقَبْرُ بَابٌ کُلُّ نَفْسٍ دَاخِلُوْهَا

ترجمہ: موت ایک پیالہ ہے جسے ہر نفس نے پینا ہے اور قبر ایک دروازہ ہے جس سے ہر نفس نے داخل ہونا ہے۔

حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ اُن کے شیخ حضرت شاہ عبدالعزیز دعا جو دہلوی رحمت اللہ علیہ تہجد سے پہلے یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

شب تاریک، رہ باریک، منزل دور، من تنہا دستم گیر یا اللہ!، دستم گیر یا اللہ!

رات اندھیری، راہ ہے ٹیڑھی، منزل دور اور ہم تنہا پکڑیو ہاتھ یا اللہ!، پکڑیو ہاتھ یا اللہ!

بہرحال جن کی آخرت آباد ہے اُن کے لئے تو بشارت ہے:

اَلْمَوْتُ جَسْرٌ یُّوْصَلُ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْب

ترجمہ: موت ایک پُل ہے جو دوست کو دوست سے ملا دیتا ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ ہی شعر پڑھا کرتے تھے:

بلا سے نزع میں تکلیف کیا ہے سکونِ خاطر بھی کم نہیں ہے
کسی سے ملنے کی ہیں اُمیدیں کسی سے چھٹنے کا غم نہیں ہے

یہ عالم عیش و عشرت کا یہ حالت کیف و مستی کی بلند اپنا تخیل کر یہ سب باتیں ہیں پستی کی
جہاں دراصل ویرانہ ہے گو صورت ہے بستی کی بس اتنی سی حقیقت ہے 'فریبِ خوابِ ہستی' کی
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہو جائے

ادارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی سرگرمیاں

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ، جو بندہ کے شیخ حضرت مولانا محمد اشرف صاحب سلیمانی پشاوریؒ اور حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ کے شیخ شاہ عبدالعزیز دعا جو دہلویؒ کی یاد میں قائم ہوا ہے، سالانہ مندرجہ ذیل اصلاحی سرگرمیوں میں مصروف رہتا ہے۔

۱۔ درسِ قرآن: ہفتہ میں چھ دن بعد نماز عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۲۔ مجلسِ ملفوظات: ہفتہ میں سات دن بوقتِ اشراق، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۳۔مجلسِ ذکر: بروزِ اتوار مغرب تا عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔
۴۔مجلسِ ذکر: بروزِ پیر مغرب تا عشاء، مسجدِ نُور، فیزتھری، حیات آباد، پشاور۔
۵۔مجلسِ ذکر: بروزِ منگل مغرب تا عشاء، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔
۶۔عورتوں کی مجلس: بروزِ ہفتہ عصر تا مغرب، حضرت مولانا اشرف صاحبؒ کے گھر، دھوبی گھاٹ، پشاور یونیورسٹی۔
۷۔جمعہ کا خطبہ: مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔
۸۔ماہوار اجتماع: اس کے لئے تاریخ مقرر کی جاتی ہے۔اجتماع بروزِ ہفتہ مغرب سے شروع ہوکر بوقت چاشت اتوار کوختم ہوتا ہے۔مہمانوں کے قیام وطعام کا بندوبست ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔
۹۔رمضان: پہلے بیس دن ہر روز مغرب سے پہلے مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی میں مجلسِ ذکر ہوتی ہے۔مہمانوں کا افطار ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔آخری عشرہ میں تربیتی اعتکاف ہوتا ہے جس میں کثیر تعداد شرکت فرماتی ہے۔
۱۰۔موسمِ گرما کا اجتماع: موسمِ گرما میں شمالی علاقہ جات میں کسی ٹھنڈے مقام پر سالانہ اجتماع منعقد کیا جاتا ہے۔

(ڈاکٹر فدا محمد مد ظلہٗ)

☆☆☆☆☆☆☆